میں کی کر یار مناواں

پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام

نبیلہ ابر راجہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نبیلہ ابر راجہ

میں کی کریاں ساون

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے کیا ہوگا؟" ہاتھ میں تھامے کاغذ پر نظر دوڑاتے ہوئے وہ اچھی خاصی متفکر تھی
"ارے کچھ نہیں ہوتا۔" رطابہ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے گویا اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔
"میری زندگی کا پہلا موقع ہے یہ اتنا بڑا مشاعرہ اور میں ان سب میں نو آموز ہوں۔ اتنے بڑے بڑے شاعر ہوں گے وہاں۔ میں کیسے پڑھوں گی ان کے سامنے۔"
"جیسے پہلے پڑھتی رہی ہو یونیورسٹی میں، کالج میں۔ اسی طرح ان سب کے سامنے بھی پڑھ دینا۔"
"کالج یونیورسٹی کی اور بات تھی وہاں یہ ساتھی اسٹوڈنٹس اور ٹیچرز ہی ہوتے تھے اور یہاں تو پورے ملک کے نامی گرامی شعراء ہوں گے۔ میں تو ابھی سے نروس ہو رہی ہوں۔" اس نے بے چارگی سے رطابہ اور ماہ گل کی طرف دیکھا۔
"تم پڑھو نا میرے سامنے اور یہ تصور کرو جیسے مشاعرے میں سب کے سامنے پڑھ رہی ہو۔" گل نے کاغذ پہ لکھی غزل اس کی طرف بڑھائی۔ یہ غزل اس نے یونیورسٹی میں ہونے والے بین الکلیاتی مشاعرے میں پڑھی تھی اور پہلا انعام حاصل کیا تھا۔ پھر اس نے ایک ادبی ماہنامے میں بھی بھیجی۔ سے چھپنے کی امید تو نہیں تھی مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی

مکمل ناول

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

جب ادبی رسالے کے مدیر کا اسے خط ملا۔ پروا نے اس کے بعد اپنی کچھ اور تخلیقات بھی ان کو بھیجی۔ جس پہ اسے تعریفی خطوط موصول ہوئے۔ پھر ان مدیر کے توسط سے اس کا رابطہ دیگر شعراء سے ہوا اور ان ہی کے توسط سے اسے مقامی مشاعرے میں حصہ لینے کا موقع ملا۔

یونیورسٹی میں تو وہ مشہور ہو ہی چکی تھی مگر اب ادبی حلقوں میں بھی اس کی پذیرائی کا آغاز ہو چکا تھا۔ جس کا ثبوت یہ دعوت نامہ تھا۔ اسے تو سب کچھ خواب لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھ کھولے گی تو ٹوٹ جائے گا۔ رطابہ اور گل اس کی کزن بھی تھیں اور دوست بھی۔ اپنے خوف اور گھبراہٹ کا اظہار اس نے سب سے پہلے ان دونوں کے سامنے ہی کیا۔ پر گل خاطر میں ہی نہیں لائی۔

"چلو پڑھو اب۔"

وہ عین اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ پروا نے اپنا حوصلہ جمع کیا اور بڑے اطمینان سے غزل پڑھ دی۔

"گڈ! اس غزل کے ساتھ ایک اور غزل یا نظم بھی پڑھ دینا۔" رطابہ اس کی شاعری والی ڈائری الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

"کپڑے کون سے پہنوں گی؟" اب اسے کپڑوں کی فکر لاحق ہوئی تو رطابہ اور ماہ گل اس کے کپڑوں کی الماری کھول کر کھڑی ہو گئیں۔

بڑی دیر اور بحث کے بعد پروا کو فیروزی لانگ شرٹ کے ہمراہ وائٹ پرنٹڈ پائجامہ والا ڈریس پسند آیا۔ شرٹ پہ بہت خوب صورت لیس لگی تھی ساتھ چوڑی دار پائجامہ اس نے بہت شوق سے بنوایا تھا۔ رطابہ نے بہت چاؤ سے چوڑیاں بھی نکالیں۔

"یہ دونوں سیٹ بھی پہننا تم کلائیوں میں۔"

فیروزی اور گلابی میچنگ چوڑیاں اس نے پروا کی بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے یاددہانی کروائی۔ ماہ گل نے ڈھونڈ کر ہم رنگ اسکارف بھی نکال دیا۔ ساتھ نگوں والی بہت نازک اور اسٹائلش سی جوتی بھی۔

ان دونوں نے بار بار غزلیں اور نظم پڑھوائی۔ رات گئے سونے سے پہلے تک یہ مشق چلتی رہی۔

اقراء اور انجم بخاری دیکھ دیکھ کر جیتے رہے۔ پروا ان کی ایک ہی تو اولاد تھی۔ جسے دیکھ دیکھ کر وہ حقیقی معنوں میں جیتے تھے۔

انجم بخاری ڈاکٹر تھے جبکہ اقراء ہاؤس وائف تھیں۔ ان کا ارادہ پروا کو بھی ڈاکٹر بنانے کا تھا مگر اس کا رجحان اس طرف نہیں تھا۔

وہ شروع سے ہی بہت اچھی اور اپنے اساتذہ کی منظور نظر طالبہ رہی تھی۔ کھیل کا میدان ہو کہ تقریری مقابلہ یا کوئی میوزیکل ایونٹ ہو، وہ ہر جگہ نمایاں ہی رہتی تھی۔

اس کے کمرے میں تعریفی سرٹیفکیٹس اور ٹرافیاں سجی ہوئی ہر آنے جانے والے کو اس کی دلچسپی اور کامیابی کی کہانیاں سناتی تھیں۔ جنہیں سن سن کر اس کا سر فخر سے بلند ہونے لگتا تھا۔

یونیورسٹی میں داخلے کے وقت اس نے اپنی مرضی سے انٹرنیشنل ریلیشنز کو بطور مضمون چنا۔ ایڈمیشن کے بعد حسب عادت اس نے زور و شور سے غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا اور کچھ ہی عرصے میں اس کا شمار یونیورسٹی کے قابل ذکر طلباء میں ہونے لگا۔ غیر نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اس کی توجہ پڑھائی پر بھی برقرار تھی یہی وجہ تھی کہ جب پہلے سمسٹر کا رزلٹ آؤٹ ہوا تو ہمیشہ کی طرح وہ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئی۔

☆ ☆ ☆

وری، دُرِ شہوار، سلویٰ اور راجیہ اکٹھے بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں فیصل لغاری اور اور بابر بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ فیصل دو دن سے گھر پہ ہی تھا۔ اس سے پہلے وہ مسلسل کچھ مہینوں سے بزی تھا۔ حالیہ کیس کو کامیابی سے مکمل کرنے

کے بعد اس نے پولیس ڈیپارٹمنٹ سے کچھ دن کی چھٹی لی تھی تاکہ ذہنی اور جسمانی طور پر پھر سے تازہ دم ہو کر اپنی پسندیدہ سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔

فارغ وقت میں وہ جم چلا جاتا، ٹینس کھیل لیتا۔ ان سرگرمیوں میں بھرپور طور پہ اس کا ساتھ بابر دیتا جو نہ صرف اس کا بہنوئی بلکہ کزن بھی تھا۔ فیصل اور بابر کے والد آپس میں بھائی تھے۔ دونوں کے گھر بھی اکٹھے تھے۔ دونوں خالائیں اور ایک پھوپھو بھی ادھر ہی مقیم تھیں۔ فیصل، دُرِ شہوار اور حنان تین بہن بھائی تھے۔ بابر کی صرف ایک بہن سلویٰ تھی۔ راجیہ ان کی پھوپھو کی بیٹی تھی جبکہ وری بڑی خالہ کی صاحبزادی تھی جو اکثر اوقات انہی کے گھر پائی جاتی۔

راجیہ اور سلویٰ کو کل ایک مشاعرے میں جانا تھا۔ دونوں قائداعظم یونیورسٹی میں اکٹھے زیر تعلیم تھیں، اسی کے حوالے سے باتیں ہو رہی تھیں۔

"ہماری لائف میں کوئی نیا پن نہیں ہے۔ وہی روز کی روٹین لگی بندھی۔ زیادہ سے زیادہ باہر جا کر ہوٹلنگ کر لی اور پھر بس۔ یار! کتنی بورنگ لائف ہے ہماری۔" راجیہ نے بڑے مظلوم انداز میں ان سب کو دیکھا تھا۔

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو، پہلے کبھی کبھار ہم لوگ میوزک کنسرٹس میں بھی چلے جاتے تھے اور اب جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ گھر واپس آنا ہی نصیب نہ ہو۔"

دُرِ شہوار نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی تو سلویٰ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"کیوں نہ آپ بھی کل مشاعرے میں ہمارے ساتھ چلیں۔ کیوں بابر بھائی کیا خیال ہے؟" اس نے بھائی کو بھی ساتھ گھسیٹ لیا۔ وہ فیصل سے باتوں میں مصروف تھا چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"بھائی آپ بھی چلیں نا ہمارے ساتھ۔" سلویٰ لاڈ سے ان کا کندھا تھاما۔

"کہاں؟"

"مشاعرے میں اور کہاں۔ ذرا چینج ہو جائے گا۔" بابر فوراً مان گیا۔ بابر نے فیصل کو بھی آفر کر دی۔

"آپ کو پتا ہے کل مشاعرے میں ہماری یونیورسٹی کی پروا اور گل بھی حصہ لے گی، اس لیے تو ہم بھی جا رہے ہیں۔" سلویٰ نے انکشاف کیا۔ فیصل کو مشاعرے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ان سب کی وجہ سے بادل نخواستہ جانے کے لیے راضی ہو گیا۔

تراب لغاری ڈی ایس پی کے عہدے سے سبکدوش ہوئے تھے۔ ان کا سروس ریکارڈ بے داغ رہا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ شروع سے ہی فیصل کا آئیڈیل تھے اسی وجہ سے سی ایس ایس کرنے کے بعد اس نے پولیس ڈیپارٹمنٹ جوائن کیا تھا، جبکہ بابر نے اپنے والد رجب لغاری کی طرح بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانے کو ترجیح دی تھی۔

"اس پورے خاندان کی محبت آپس میں مثالی تھی۔ جس نے سب کو ایک ڈور میں باندھا ہوا تھا، وہ ہستی صفورا بیگم کی تھی۔ ان کی محبت کرنے والی مشفق دادو جو ان سب سے یکساں محبت کرتی تھیں۔ وہ سب ان سے بہت قریب تھے۔ وہ سب کی خوشی، دکھ سکھ میں شریک رہا کرتیں جس کی وجہ سے ہر کوئی انہیں چاہتا تھا۔ فیصل لغاری ان کا سب سے لاڈلا تھا۔ پیار تو وہ حنان اور بابر سے بھی کرتی تھیں مگر فیصل سے انہیں کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔

دُرِ شہوار اور بابر کی شادی کے بعد سب کی نظریں فیصل کی طرف مرکوز تھیں۔ خود صفورا بیگم چاہتی تھیں کہ اس کی شادی ان کی زندگی میں ہی ہو جائے اس کے لیے چپکے چپکے لڑکیاں دیکھی جا رہی تھیں۔

بڑی پھوپھو کا دل تھا کہ فیصل کی دلہن راجیہ بنے، ادھر خالہ کا بھی کچھ ایسا ہی ارادہ تھا مگر فیصل نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے خاندان کی سب لڑکیاں بہنوں کی طرح لگتی ہیں۔ اس بات پہ بڑی پھوپھو اندر ہی اندر خفا تھیں کہ فیصل نے اچھا بہانہ تراشا ہے۔ پھر بھی اندر ہی اندر انہوں نے اپنی کوششیں جاری رکھی ہوئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

www.paksociety.com

استنے نامی گرامی شعراء سے ملنے اور قریب سے دیکھنے کا پہلا موقع تھا۔ بیک وقت وہ خوش بھی تھی اور نروس بھی۔

مشاعرہ شروع ہو چکا تھا۔ گاہے بگاہے اپنی کلاس فیلوز پہ نظر ڈال کر اس کی ہمت بڑھ جاتی۔ رخسانہ اور ایگل وقتاً فوقتاً اسے پروا کی ہمت بڑھا رہی تھیں۔

فیصل نے لاکھ دامن بچانا چاہا کہ میں آپ لوگوں کو ڈراپ کرکے کاشف کی طرف چلا جاؤں گا مگر بابر نے ایک نہ چلنے دی۔ سلویٰ اور راجیہ کی خوشی دیدنی تھی ان کے ساتھ ورلی بھی شوق میں چلی آئی تھی کہ میں نے کبھی کسی شاعر کو قریب سے نہیں دیکھا۔

وہ اگلی صفوں میں تھے۔ اسٹیج کے عین سامنے اس وقت ایک نو آموز شاعر اپنا کلام سنا رہا تھا۔

حاضرین محفل میں ہر طبقہ فکر کے لوگ شامل تھے۔

اس لیے ماحول میں بڑی رنگا رنگی سی تھی۔

"اب اپنا کلام پیش کرنے کے لیے پروا اورنگل تشریف لاتی ہیں۔" صدر مشاعرہ اس کا نام پکار رہے تھے۔

ایگل اور رخسانہ نے آنکھوں آنکھوں میں اس کا حوصلہ بڑھایا۔

صرف ایک لمحے کی بات تھی۔ شرکاء پہ نظر دوڑاتے ہی پروا کا اعتماد بحال ہو گیا۔ اس نے نازک ہاتھوں سے مائیک کا رخ اپنی طرف موڑا۔

"یہ ہے ہماری یونیورسٹی کی پروا اورنگل! دیکھیں کتنی پیاری ہے۔" سلویٰ فیصل کی سیٹ سے تیسرے نمبر پہ بیٹھی تھی۔

اس نے اپنا کلام شروع کیا تو ورلی کی آنکھوں میں پسندیدگی اترنے لگی۔

گزری ہوئی رات سے ڈر لگتا ہے
نہ چھیڑ کہ ہجر کی بات سے ڈر لگتا ہے
نہ جانے دل کیا کر بیٹھے میرے ساتھ
کیا کہوں اپنی ہی ذات سے ڈر لگتا ہے

پروا اورنگل اپنی مخصوص دلکش آواز میں کلام پیش کر رہی تھی۔ بابر، دُرِ شہوار اور راجیہ کے ساتھ اب فیصل بھی متوجہ تھا۔

اس کی آواز کا دلکش زیر و بم پوری طرح حاضرین محفل کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔

فیصل کی نگاہ اس پہ ٹھہر سی گئی تھی۔ ایک پُرغرور سی تمکنت اور معصوم سی سرکشی اس حسینہ کے سراپے سے جھانکتی محسوس ہو رہی تھی۔

اب وہ اپنی ایک نظم "نارسائیاں" سنا رہی تھی۔

فیصل بھی اوروں کی طرح اس کی دلکش آواز میں گم سا تھا۔ وہ اپنا کلام سنا کر جا چکی تھی۔ بابر نے فیصل کی دلچسپی محسوس کر لی تھی۔

"کیا بات ہے۔" اس نے فیصل کی طرف جھکتے ہوئے چھیڑا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

آنکھوں میں چمک لیے لہجے میں دلکش کھنک سموئے وہ بہت سے شعراء کو اپنی طرف متوجہ کر چکی تھی۔

مشاعرہ کا اختتام ہوتے ہی راجیہ اور سلویٰ پروا کی طرف بڑھ گئیں۔ آخر کو ان ہی کے ڈپارٹمنٹ کی تھی۔

سلویٰ نے دُرِ شہوار بھابھی اور ورلی کو بھی کھسیٹ لیا اور سیدھی پروا کے پاس جا رکی۔ وہ بہت خوش تھی ساتھی اسٹوڈنٹ کو اپنے درمیان پاکر سلویٰ نے بھی دل کھول کر اس کی تعریف کی ساتھ دُرِ شہوار اور ورلی کا تعارف بھی کروایا۔

"پروا! میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔" راجیہ نے آگے ہاتھوں اپنی خواہش بیان کر دی۔

"کیوں نہیں، میں آپ کی دوست ہی تو ہوں۔" پروا ہولے سے مسکائی۔ ادھر فیصل اور بابر انہیں ہی ڈھونڈ رہے تھے جو اچانک ہی ان کے پاس سے اٹھ کر جانے کہاں چلی گئی تھیں۔

"یار! یہ لوگ نہیں گھر بھی چلنا ہے۔ تو تو بج ہی گئے ہیں۔" اسے اب غصہ آ رہا تھا۔

"آؤ چلتے ہیں ورنہ ان کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔" بابر نے قدم آگے بڑھائے تو ناچار اسے بھی تقلید کرنا پڑی۔

"آج گھر نہیں جانا۔ رات ادھر ہی گزارنے کا ارادہ تو نہیں۔" پروا کی پشت اس کی طرف تھی وہ اسے نہیں دیکھ پایا۔ لیکن اس کا مخاطب وہ چاروں ہی تھیں۔

"یہ فیصل بھائی ہیں۔ پروا! یہ میرے کزن اور دُرِ شہوار بھابھی کے بھائی ہیں، فیصل غفاری۔ انجینئرنگ ڈپارٹمنٹ میں ہیں۔" سلویٰ نے اس کا تعارف فخریہ کرایا تو پروا نے رخ موڑ کر اچٹتی سی نگاہ اس پہ ڈالی تو فیصل نے بغور اسے دیکھا۔ یہ تو وہی شاعرہ تھی جس کے ایک ایک شعر پہ خوب داد دی گئی تھی۔

جاذب نقوش اور بادامی چمک دار آنکھوں سے سجا چہرا۔ سر پہ پنک اسکارف اوڑھے یہ لڑکی خاصی حد تک بے نیاز لگ رہی تھی۔ انداز میں واضح تمکنت نمایاں تھی۔

"یار! یہ تو سچ مچ کی شاعرہ بلکہ کسی شاعر کی جیتی جاگتی غزل لگ رہی ہے۔" بابر نے دوبارہ اس کی نگاہوں کے ارتکاز کو محسوس کر لیا تھا۔ فیصل نے سر جھٹکا۔ وہ دونوں ان لڑکیوں سے قدرے ہٹ کر کھڑے تھے۔

فیصل اس رخ پہ کھڑا تھا کہ اس کے سامنے پروا کا پورا سراپا نمایاں تھا۔ اس نے اپنے آپ میں بے چینی سی محسوس کی کچھ دیر بعد دُرِ شہوار سمیت ان تینوں نے بھی پروا سے اجازت چاہی۔

سلویٰ بہت چہک رہی تھی۔

"یہ جو تمہارے ڈپارٹمنٹ کی شاعرہ ہے نا ایک دن اس کا بہت نام ہوگا۔" ورلی نے گاڑی میں بیٹھتے ہی پیش گوئی کی۔

"نام تو اس کا ابھی بھی خاصا مشہور ہے۔ آج کے مشاعرے میں دیکھا نہیں کتنے بڑے بڑے شاعروں کے ساتھ ساتھ پروا جیسی ادبی میدان میں نو وارد شاعرہ کو بھی دعوت دی تھی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کا تعارف ہونے لگا ہے۔" فیصل خاموشی سے ان کے تبصرے سنتا رہا۔

☆ ☆ ☆

راجیہ اور سلویٰ اب پروا کے گروپ میں شامل ہو چکی تھیں۔ سو اسے مما پاپا سے ملوانے لائی تھی۔

لالہ زار میں انجم غفاری کا ڈبل یونٹ چھوٹا سا گھر خوب صورتی اور سادگی سے سجا ہوا تھا۔ اس میں راجیہ اور سلویٰ جیسے شاندار اور ویل ڈیکوریٹڈ گھر والی بات نہیں تھی۔ مگر پروا کی کسی بھی حرکت یا بات سے اس کا اظہار نہیں ہو رہا تھا کہ ان کے مقابلے میں وہ خود کو کمتر تصور کرتی ہے۔ راجیہ اور سلویٰ نے وہیں بیٹھے بیٹھے اقراء اور پروا کو بڑے خلوص سے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ خاص طور پہ راجیہ چاہتی تھی کہ پروا جلد از جلد ان کے گھر آئے۔

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر انجم خود اسے راجیہ کے گھر ڈراپ کرکے آئے۔

وہ پہلی بار آئی تھی اس لیے اس نے مشہور بیکری سے بطور خاص کیک لیا تھا ساتھ خوب صورت گل دستہ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

کتاب کا نام	مصنفہ	قیمت
زندگی اک روشنی	رخسانہ نگار عدنان	500/-
خوشبو کا کوئی گھر نہیں	رخسانہ نگار عدنان	200/-
شہر دل کے دروازے	شازیہ چوہدری	400/-
تیرے نام کی شہرت	شازیہ چوہدری	200/-
دل ایک شہر جنوں	آسیہ مرزا	450/-
آئینوں کا شہر	فائزہ افتخار	500/-

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے فی کتاب ڈاک خرچ 30/- روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37 اردو بازار کراچی
فون نمبر: 2216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ موسم کی مناسبت سے پروا نے لان کا نہایت دیدہ زیب سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔ راجیہ نے خاطر تواضع کے نام پہ بہت کچھ تیار کروایا تھا' تاکہ پروا پہ اس کا پہلا تاثر بہت اچھا پڑے۔ پروا کو اس نے سارا گھر دکھایا۔ اس نے دل کھول کر تعریف کی مگر اس تعریف میں مرعوبیت کا شائبہ تک نہ تھا۔ راجیہ کا دل بجھ سا گیا۔ اس نے پروا کو بلایا ہی اس لیے تھا کہ وہ اس کا گھر اور رہن سہن دیکھ کر متاثر ہو' نہ جانے کیوں اسے پروا کی پذیرائی سے عجیب سا حسد ہونے لگا تھا۔ اس نے یونی میں پہل بھی اپنی دھاک بٹھانے کے لیے کی تھی۔ ہرچند کہ لڑکیاں اس کی حیثیت سے متاثر تھیں مگر پروا سارے گروپ میں ممتاز تھی۔ ساتھ راجیہ کو اپنی کم صورتی کا اچھی طرح احساس تھا وہ نامعلوم سے احساس کمتری کا شکار ہو رہی تھی' جب سے پروا ان کے گروپ میں شامل ہوئی تھی تب سے اپنی شکل و صورت کے بارے میں وہ زیادہ ہی سوچنے لگی تھی۔

راجیہ کے ہاں دو گھنٹے گزار کر وہ واپسی کی تیاری کر رہی تھی' جب راجیہ اسے سلویٰ کی طرف لے آئی کیونکہ پاس ہی تو گھر تھا ایک ہی سیکٹر میں۔ پروا نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

راجیہ نے پروا کی آمد کا جتایا نہیں تھا۔ اس کی اچانک آمد سے سلویٰ بہت خوش ہوئی۔ دُرِ شہوار بھی وہیں ان کے پاس بیٹھ گئی۔ دنیا جہان کی باتیں ہو رہی تھیں۔ شام کو بابر بھی آفس سے لوٹ آیا۔ پروا سے اس کا تھوڑا بہت تعارف مشاعرے میں ہو چکا تھا۔ وہ اسے بہت اپنائیت سے ملا۔ جواباً پروا نے بھی بڑے سلیقے سے حال احوال پوچھا۔

سارا بیگم جو سلویٰ اور بابر کی والدہ تھیں۔ وہ بھی پروا سے مل کر بہت خوش ہوئیں۔ سلویٰ کی تقریباً ساری سہیلیاں ان کے گھر آتی جاتی تھیں اور ساری دوستوں میں انہیں پروا بہت مہذب' باشعور اور سلجھی ہوئی لگی تھی۔ برملا پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے اس کا اظہار کر دیا اور آتے جاتے رہنے کی تاکید بھی کی۔

کافی ٹائم ہو گیا تھا۔ نجم صاحب ابھی تک اسے لینے نہیں آئے تھے۔ اس نے فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ اس وقت اپنے کلینک میں تھے اور مریضوں میں مصروف تھے۔

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔" راجیہ نے حیرت سے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

"اصل میں مما اکیلی ہوتی ہیں نا تو پریشان ہو جاتی ہیں۔" اس نے بتایا۔

"ڈرائیور تمہیں چھوڑ آئے گا ڈونٹ وری۔" سلویٰ نے تسلی دی مگر اس نے انکار کر دیا۔ "چلو میں اور بابر چلتے ہیں' تمہیں ڈراپ کر آتے ہیں" دُرِ شہوار نے اچانک ہی جیسے اس کی پریشانی کی وجہ سمجھ لی تھی۔ بابر جو ابھی گاڑی اسٹارٹ کر کے گیٹ تک لایا اسی وقت فیصل وہاں آ رکا۔ وہ ابھی واپس آیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ بابر سے کچھ پوچھتا دُرِ شہوار' سلویٰ کی ہمراہی میں پروا سج سج چلتی بابر کے پاس آ رکی۔ فیصل نے خود ہی آداب میزبانی نبھاتے ہوئے سلام کیا۔

"انہیں ڈراپ کرنے جا رہے ہیں لالہ زار۔ واپسی پہ گپ شپ ہو گی' جب تک تم فریش ہو جاؤ۔" فیصل کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں بابر نے مختصراً بتایا۔

واپسی پہ بھی ان تینوں کے درمیان پروا کی ذات ہی موضوع بحث رہی۔ بابر سیدھا تایا کی طرف آ گیا۔

فیصل' دادو اور نیلم بیگم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بابر بھی ادھر ہی ٹک گیا۔

"کہاں گئے تھے تم؟" دادو نے اس کے بیٹھتے ہی پوچھا۔

"سلویٰ کی نئی دوست ہے پروا بہت اچھی لڑکی ہے۔" فیصل لغاری نے بڑی حیرت سے بابر کی طرف دیکھا۔ وہ کم ہی کسی لڑکی کی تعریف کرتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فیصل اسے ساتھ لے کر گھر سے باہر آ گیا' دونوں ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے جب فیصل نے اچانک پوچھا۔

"سلویٰ کی یہ دوست کہاں رہتی ہے۔ میرا مطلب ہے تم لوگ کہاں گئے تھے؟"

"لالہ زار میں اس کے گھر چھوڑ کر آئے تھے اور تم

کیوں پوچھ رہے ہو؟" بابر نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ایسے ہی۔"

"ایسے ہی تو پہلے تم نے کبھی اس کی فرینڈز کے بارے میں نہیں پوچھا۔ حنا کے بارے میں بھی نہیں جس نے تمہیں خود فرینڈشپ کی آفر کی تھی۔" بابر نے اسے راجیہ اور سلویٰ کی مشترکہ دوست کا نام لیا جو اس میں انٹرسٹڈ ہو گئی تھی۔

"غلطی ہو گئی ہے جو پوچھ لیا۔" وہ بری طرح چڑ گیا۔

"میں اس لیے کہہ رہا تھا کہ کہیں کوئی اور چکر تو نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کہیں تم دوستی تو نہیں کرنا چاہتے۔" بابر نے ڈرتے ڈرتے کہا اور ساتھ ہی اس کے تاثرات جانچے۔ دونوں بچپن سے اکٹھے پلے بڑھے تھے۔ بابر اس کی ایک ایک بات سے واقف تھا۔ فیصل نے غصے سے اسے دیکھا تو بابر کو اس کے غصے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔

"یار راجیہ اور سلویٰ اس کی بہت تعریفیں کرتی ہیں اور دونوں متاثر ہیں اور تو اور آج مما نے بھی کہا کہ آئندہ آتی جاتی رہنا۔ سلویٰ کی ساری فرینڈز میں سے پروا واحد لڑکی ہے جو سچ مچ انہیں پسند آئی ہے۔ میں نے گھر بھی دیکھ لیا ہے۔ چھوٹا اور خوب صورت سا گھر ہے۔ پروا کی طرح باوقار اور ایک بات جو میں نے محسوس کی ہے کہ پروا اپنی انا اور خودداری کا خیال رکھنے والی ہے" فیصل چپ سا ہو گیا۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ گھر لوٹ آئے۔

٭ ٭ ٭

پروا اپنی یونیورسٹی کی نمائندگی کرنے مشاعرے کے لیے لاہور گئی ہوئی تھی' اس بار بھی اپنی یونیورسٹی کے لیے پہلا انعام اسی نے جیتا تو گروپ میں شامل سب فرینڈز نے ٹریٹ کا مطالبہ کیا' پروا نے سب کو گھر پہ انوائیٹ کر لیا۔ کھانے کے بعد انہوں نے پروا سے تازہ کلام سنانے کی فرمائش کی تو لطف دوبالا ہو گیا۔

ادھر پروا کی کامیابیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ادبی رسالوں میں تواتر کے ساتھ اس کا کلام چھپ رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔

آئی آر کے دوسرے سمسٹر کے امتحانات کے فوراً بعد ہی اس کا پہلا مجموعۂ کلام بھی چھپ کر آ گیا' جس کا عنوان تھا "خوابوں سے بچھڑ کر" اس کا پیش لفظ ایک معروف شاعر نے لکھا تھا اور ادبی دنیا میں اسے بہار کا تازہ جھونکا قرار دیا جا رہا تھا۔ کیونکہ اس کی شاعری میں بھی خالصتاً "نسائیت" اور لڑکیوں کے احساسات کو موضوع بنایا گیا تھا' سو اس کے مجموعۂ کلام کو ہاتھوں ہاتھ لیا جا رہا تھا۔

اس نے اپنے آٹوگراف کے ساتھ سلویٰ اور راجیہ کو بھی ایک ایک کتاب دی۔

سلویٰ سے وہ بہت قریب آ گئی تھی۔ اس میں سارا عمل دخل سلویٰ کے خلوص کا تھا۔ ویسے بھی وہ سادہ مزاج لڑکی تھی۔ اس کا منگیتر کینیڈا سے آیا ہوا تھا اور اپریل میں اس کی شادی بھی ہو جانی تھی۔ پروا بہت اداس تھی کیونکہ شادی کے بعد سلویٰ کو کینیڈا چلے جانا تھا۔

اس نے یونیورسٹی سے چھٹی لے لی تھی اور سارا ٹائم شاپنگ میں صرف کر رہی تھی۔ تیسرے چوتھے دن پروا بھی ٹائم نکال کر اس کی طرف آ جاتی۔ ڈاکٹر انجم نے اسے ایک گاڑی بھی لے دی تھی' ڈرائیونگ اس نے بہت جلد ان ہی سے سیکھ لی تھی۔ اسے اب آنے جانے کی سہولت ہو گئی تھی۔

پروا کو سلویٰ کی ساری فیملی اچھی طرح جان گئی تھی۔ سارا تو اسے بہت پیار کرنے لگی تھیں۔ دُرِ شہوار بھی اسے پسند کرتی تھی مگر اس دوران نامحسوس انداز میں راجیہ اس سے دور ہو گئی تھی۔ کم سے کم پروا نے یہی محسوس کیا تھا۔

٭ ٭ ٭

سلویٰ کی شادی کے لیے فیصل نے بطور خاص چھٹی لی تھی۔

دُرِ شہوار سلویٰ کی مہندی سے ایک دن پہلے جا کر

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

پروا کو لے آئی۔ سب رشتہ دار جو دوسرے شہروں میں مقیم تھے وہ بھی پہنچ چکے تھے۔ کچھ مہمانوں کو تراب لغاری کی طرف ٹھہرایا گیا تھا۔

مہندی والے دن سب لڑکیاں اپنی ہی طرف تیار ہو رہی تھیں۔ ہلچل سی مچی ہوئی تھی' ہر کوئی جلدی میں تھا۔ پروا کا دوپٹہ ہی نہیں مل رہا تھا۔ اس نے آتے ساتھ ہی کپڑوں کا بیگ دُرِ شہوار بھابھی کے حوالے کیا تھا۔ وہ بھی تیار ہونے اپنے گھر گئی ہوئی تھیں۔ پروا روہانسی سی ہو گئی کیونکہ سب لڑکیوں کی تیاری فائنل مراحل میں تھی ایک وہی تھی جو نما کر بال کھولے ایسے ہی گھوم رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے سلویٰ کا سارا کمرا دیکھا پھر باتھ روم تک چیک کیا' دوپٹہ یہاں ہوتا تو ملتا۔ بڑی دیر بعد اسے سلویٰ سے پوچھنے کا خیال آیا۔ اس نے کہا کہ تمہارے کپڑوں کا بیگ بھابھی نے تایا ابو کی طرف رکھوایا ہے' بلکہ اور کزنز کی بھی سب چیزیں ادھر ہی ہیں۔ اسے خود پہ غصہ آگیا۔ اگر خود ڈھونڈنے کے بجائے وہ سلویٰ سے پوچھ لیتی تو اتنا ٹائم تو صرف نہ ہوتا' وہ اب تک تیار ہو چکی ہوتی۔

"پروا جاؤ بھابھی بھی ادھر ہی ہیں' تم بھی جا کر ادھر ہی تیار ہو جاؤ۔ ادھر تو ہر چیز بکھری ہوئی ہے۔" وہ اسے ہنوز اپنی جگہ کھڑا دیکھ کر بولی۔

"میں کس کے ساتھ جاؤں تمہارے تایا کے گھر میں پہلے کبھی نہیں گئی۔" اس کی بے چارگی دیدنی تھی۔

"یہ ساتھ ہی تو گھر ہے' بھابھی بھی ادھر ہیں میری کزنز بھی۔ سب جانتے ہیں تمہیں مائی ڈیئر!" وہ پیار سے اس کی ٹھوڑی چھو کر بولی۔

"چلو میں جاتی ہوں۔" اس نے سر پہ اسکارف اچھی طرح اوڑھ کر دوپٹہ شانوں پہ پھیلایا۔

کچھ ہچکچاتے ہوئے وہ "تراب منزل" کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ سب سے پہلے سامنا دُرِ شہوار بھابھی سے ہوا۔

"ارے اچھا کیا تم بھی آگئیں۔ تمہارے کپڑے میں نے پریس کروا دیے ہیں۔ اوپر والے بیڈ روم میں ہیں جاؤ فٹافٹ پہنو باقی سب بھی تیار ہو رہی ہیں۔ میں ابھی تمہیں خود بلوانے والی تھی۔" وہ تیز تیز بولتی بہت مصروف نظر آ رہی تھیں۔

دُرِ شہوار کمرے کی طرف اشارہ کر کے خود جانے کہاں غائب ہو گئیں۔ اُدھر بھی اچھی خاصی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ راحیلہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی اسے۔

کچھ سوچتے ہوئے اس نے دُرِ شہوار بھابھی کے بتائے ہوئے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اُدھر کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے اندر آ کر اپنے کپڑے دیکھے۔ مگر کپڑے تو در کنار اسے کپڑوں کی جھلک تک نظر نہیں آئی وہ باہر نکلنے ہی لگی تھی کہ کوئی تیزی سے اندر آیا۔

فیصل کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ اس طرح اس کے بیڈ روم میں ہوگی۔

"اصل میں دُرِ شہوار بھابھی نے کہا تھا کہ میرے کپڑے اس کمرے میں ہیں' میں ان ہی کے لیے آئی تھی کیونکہ میرا بیگ بھابھی نے ادھر رکھوایا تھا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ آپ کا کمرہ ہے اور میرے کپڑے کہیں اور ہیں۔" زندگی میں پہلی بار اس کا لہجہ لڑکھڑایا تھا اور اعتماد بھی پہلی بار کم ہوا تھا۔ وہ نروس سی تھی۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟" فیصل نے گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ اس کی نگاہوں میں دلچسپی کی اتنی گہری چمک تھی کہ پروا کو صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ بھابھی سے پوچھوں اپنے کپڑوں کا۔" وہ سائیڈ سے ہو کر باہر نکلی۔ وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی جب راحیلہ پہ نظر پڑتے ہی اسے کچھ اطمینان کا احساس ہوا۔

"میرے کپڑے کہاں ہیں راحیلہ! کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"وہ تو ادھر پڑے ہیں اور تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔" اس نے سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی سوال بھی کر ڈالا۔ "مجھے پتا نہیں تھا کہ میرا بیگ بھابھی نے یہاں رکھوایا ہے۔ سلویٰ نے ابھی بتایا مجھے۔" اس کا غصہ بحال ہو چکا تھا۔

"ہاں جلدی کرو۔ ہم لوگ مہندی سجا رہے ہیں۔"

وہ تیزی سے کوریڈور میں غائب ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

پروا نے سکون سے کپڑے پہنے۔ لمبے بالوں کی چوٹی بنائی اور آخر میں موتیے کے گجرے دونوں کلائیوں میں پہنے۔ مہندی کے فنکشن کی مناسبت سے اس نے بہت خوب صورت کامدار سوٹ پہنا تھا اور ہلکا پھلکا میک اپ بھی کیا تھا۔ اس کے نقش بول اٹھے تھے کہ ہاں تم سراہے جانے کے قابل ہو۔ آئینے کی گواہی پہ وہ مسرور سی تھی۔

بالوں کی موٹی چوٹی آگے سائیڈ پہ ڈالے دوپٹہ اسٹائل سے سر پہ جمائے وہ تیار ہو کر سلویٰ کے پاس آ گئی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" سلویٰ نے اسے پاس بٹھا لیا۔

"تم رسم کے دوران میرے ساتھ ہی رہنا تاکہ سب کو پتہ تو چلے کہ پروا اورنگزیب میری دوست ہے۔" سلویٰ کی حد درجہ محبت پہ وہ مسکرا دی۔

"میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گی' مس کی نگرہ کر دیکھن! وشاں اور لڑکیاں' مجھے نہیں آتیں' تم کو پتہ ہی ہے میں اس طرح کے کاموں سے دور ہی رہتی ہوں۔" وہ نخوت سے ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔

"ہاں تم سب سے منفرد ہو انگ تھلگ۔" سلویٰ کی تعریف پہ اس کا سر کچھ اور بھی اونچا ہو گیا۔

سلویٰ کی سسرال سے مہندی آئی تو پہلے گانوں کا مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد مہندی کی رسم کا آغاز ہوا۔

پھولوں سے سجے اسٹیج پہ سلویٰ' پروا اور دیگر دوستوں کے جھرمٹ میں آئی۔ پروا سلویٰ کے دائیں طرف تھی۔ اسی طرف کچھ ہی فاصلے پہ فیصل لغاری' بابر کے ساتھ کھڑا تھا۔ ساری روشنیاں جیسے اسٹیج پہ مرتکز تھیں' ان سب کے حصار میں وہ اسے سب سے قابلِ توجہ لگی۔

ان سب لڑکیوں اور عورتوں کے درمیان وہ واحد لڑکی تھی جس نے دوپٹہ سر پہ اوڑھا ہوا تھا اور اس اسٹائل سے اوڑھا تھا کہ دوپٹے کا حسن کئی گنا بڑھا دیا تھا۔ فیصل کی نگاہ ایک بار پھر بھٹک چکی تھی۔

پروا کو بھی کسی کی نگاہوں کے ارتکاز کا احساس ہو چکا تھا مگر اس نے جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون ہے۔ لیکن بابر سے اس کی یہ بے تابی آج پوشیدہ نہیں رہ پائی تھی۔

"فیصل! کیا بات ہے ڈسٹرب ہو؟" بابر نے انجان بننے کا مظاہرہ کرنا بہتر سمجھا کیونکہ ایک بار پہلے وہ اس کا جارحانہ رویہ دیکھ چکا تھا۔

"ہاں نہیں تو۔" آج پہلی بار اس کا لہجہ اعتماد سے خالی تھا۔

"ہوا کیا ہے آخر؟" اس شور میں خاصی اونچی آواز میں وہ اس کے کان کے پاس منہ لا کر بولا۔

"کچھ کھو گیا ہے یار!" بے اختیاری میں اس کے لبوں سے یہ جملہ پھسلا۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"کمال ہے فیصل لغاری آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹیز کا بھی کچھ گم ہو سکتا ہے۔" بابر کا لہجہ اتنا معنی خیز تھا کہ اس نے آنکھیں پھیر لیں۔

"یہ جو شاعر لوگ ہوتے ہیں نا بہت حساس ہوتے ہیں اور یہ جو پروا اورنگزیب ہے اس میں انتہا کی پائی جاتی ہے۔ تم پولیس آفیسر اور وہ شاعرہ' تم آہن وہ شبنم' نرم و نازک احساسات سے گندھی لڑکی۔ دیکھنا کہیں آبگینوں کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ دھیان رکھنا۔ تم نے اب تک جتنی لڑکیوں سے دوستی کی ہے پروا ان سے مختلف سی ہے۔ کچھ دن پہلے وہ ہمارے ہاں آئی تو سلویٰ اور وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں۔ پروا نے سلویٰ سے کہا کہ "میں مضبوط رشتوں پہ یقین رکھتی ہوں۔ ان کے علاوہ میں عورت مرد کی دوستی پہ یقین نہیں رکھتی۔" شاید لڑکے لڑکیوں کی فرینڈ شپ پہ باتیں ہو رہی تھیں۔ میری موجودگی ان دونوں کو ہی محسوس نہیں ہوئی۔ میں چپکے سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس دن سے پروا میرے لیے قابلِ احترام ہو گئی ہے بالکل سلویٰ کی طرح۔ میں دل سے اس کی عزت کرتا ہوں کہ کتنی مضبوط

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سوچ ہے اس کی اور تمہاری فرینڈشپ جن کے ساتھ ہے میں ان کے بارے میں بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ مجھے پتا ہے تم مشکل پسند ہو۔ تم نے وہ کیسز بھی ری اوپن کیے ہیں جن کے حل ہونے کی امید نہیں تھی۔ تم نے مشکل کاموں میں ہاتھ ڈالا ہے اور کامیاب رہے۔ تمہارے ڈپارٹمنٹ کو اگر تم پہ فخر ہے تو ٹھیک ہے مگر فیصل! یہاں بات یہ نہیں ہے۔ تم سمجھ گئے ہو گے۔"

بابر اسے سوچتا چھوڑ کر سلویٰ کے پاس اسٹیج پہ چلا آیا۔

چند ہی لمحوں میں فیصل بھی اس کے پیچھے تھا۔

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔ اپنی نظر اتروا لینا۔ ادھر کچھ لوگوں کی نظر ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے بڑے بے ضرر انداز میں پروا کی تعریف کی اور ساتھ ہی فیصل پر چوٹ بھی کر گیا۔ وہ اس کی تعریف پہ چند ثانیے کے لیے سرخ سی ہو گئی۔

فیصل آگے بیٹھ گیا۔ مہندی کی طشتری سے مہندی اٹھا کر سلویٰ کی ہتھیلی پہ رکھی پھر اسے مٹھائی کھلائی۔ اس کے دائیں جانب بیٹھ گیا۔ بائیں سائیڈ پہ پہلے ہی پروا بیٹھی تھی۔ فوٹو سیشن ہو رہا تھا' ساتھ مووی بن رہی تھی۔

بابر کی ساری باتوں کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے اس نے پروا کا خوب اچھی طرح پل بھر میں جائزہ لے ڈالا۔

"آرام سے جناب!" بابر نے بھی اس کے پاس جگہ سنبھال لی اور اس کی کھلے عام نظروں کی چوری پکڑ لی۔

"یہ تمہاری کسٹڈی میں آیا ہوا کوئی مجرم نہیں ہے جو اسے گھور رہے ہو۔"

"تو کیا کروں تم ہی بتاؤ؟" فیصل نے پل بھر میں اپنے سب ہتھیار پھینک دیے۔

"تم جس طرح اسے دیکھ رہے ہو وہ بہت سے لوگوں کو باتیں بنانے پہ اکسا سکتی ہے۔ کچھ اپنی عزت کا ہی خیال کر لو۔ میں تمہیں اتنا بے اختیار نہیں سمجھتا تم نے پہلے تو کبھی ایسا نہ کیا۔" بابر کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ صرف فیصل ہی سن پا رہا تھا۔

"پہلے کبھی ایسا ہوا بھی تو نہیں۔" اس کا لہجہ اور انداز کچھ اور چغلی کھا رہا تھا۔ اس کے بعد فیصل وہاں رکا نہیں۔ بابر ایک جملے سے بہت کچھ سمجھ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

رات قطرہ قطرہ بھیگ رہی تھی۔ مہندی کی رسم ختم ہو چکی تھی۔ لڑکیاں بالیاں جاگ رہی تھیں۔ حنان' بابر' فیصل کے ساتھ ان کے کچھ اور کزنز بھی کھلے آسمان تلے بچھی چاندنیوں پہ بیٹھے تھے۔ ادھر بہت رونق سی تھی۔ سلویٰ نے اچانک پروا سے اپنا کلام سنانے کی فرمائش کر دی۔ اس کی کمزور سی ٹال مٹول کے آگے ان سب کا اصرار جیت گیا۔

"میں اپنے مجموعۂ کلام سے ایک غزل سنا رہی ہوں۔" فیصل کا روم روم پروا کی طرف متوجہ ہوا۔

راحیلہ کی نگاہ اچانک فیصل پہ پڑی تھی۔ وہ یک ٹک والہانہ انداز میں پروا کو دیکھ رہا تھا۔ جس کی دلکش آواز رات کے سناٹے میں افسوں سا تاثر چھوڑ رہی تھی۔

حسد کی ایک تیز لہر نے اسے پل بھر میں شرابور کر ڈالا تھا۔

تیری شدت پسندی سے مجھے خوف آتا ہے
مت ٹوٹ کر چاہو مجھے میرے پاگل

بابر نے اس کی وارفتہ کیفیت پر پروا کا شعر سنا کر گویا کوئی نصیحت کرنے کی کوشش کی۔

دامن بہت کھینچا کچھ سوالوں نے میرا
دل مگر آج تک ہوا نہیں کسی پہ مائل

جواباً فیصل نے بھی پروا کا شعر سنا کر ایک خوب صورت سی حقیقت سے روشناس کرایا۔

"تمہاری شاعرہ صاحبہ کے دل کا ورق خالی ہے۔ کیا سمجھے؟ کچھ دریافت کرنے کا سہرا میرے سر ہی ہو گا۔"

"اگر تم سنجیدہ ہو تو میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

"میں سو فی صد سنجیدہ ہوں۔ لائف پارٹنر مجھے پروا جیسا ہی چاہیے۔"

"بس پھر فکر نہ کرو۔" بابر نے شرارت سے اس

کے کندھے پہ ہاتھ مارا۔

☆ ☆ ☆

پروا سلویٰ کے کمرے میں سونے کے ارادے سے جا رہی تھی۔

"ایک منٹ رکیں۔" جانے کہاں سے اچانک فیصل لغاری اس کے سامنے آ گیا تھا۔ اس اچانک تصادم پہ پروا ڈر سی گئی۔

"میں بھی آپ کا فین ہوں۔ آٹوگراف تو دے دیں۔" وہ اپنی شرارتوں کو معصومیت میں چھپا چکا تھا۔ بابر بھائی' سلویٰ اور در شہوار بھابھی سے وہ فیصل لغاری کی بہت تعریفیں سن چکی تھی۔ مگر اس وقت ایک بارعب سے پولیس آفیسر سے زیادہ وہ عام سا نوجوان لگ رہا تھا۔

"مگر اس وقت میرے پاس پین نہیں ہے اور آپ کہاں لیں گے آٹوگراف؟" پروا کی نظروں سے لگ رہا تھا وہ بے حد حیران ہے جو رات کے اس پہر اس سے آٹوگراف کی فرمائش کر رہا ہے۔

"پین تو ہے میرے پاس یہ لیں۔" اس نے پاکٹ سے نکال کر اپنا قیمتی پین پروا کی طرف بڑھا دیا۔

"کہاں پہ دوں۔ آپ کے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔" وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہی تھی اور فیصل کو اس وقت بہت لطف آیا۔

"میں نے سنا ہے آپ منفرد سی ہیں۔ کچھ تو میں بھی کچھ مختلف کرنے کا عادی ہوں یوں کریں یہاں شرٹ کے کالر پہ آٹوگراف دے دیں میں پھر اسے سنبھال کر رکھ لوں گا۔" اس نے اوپری دو بٹن کھول کر کندھے پروا کی طرف جھکا دیا۔ کیونکہ وہ پروا سے دراز قد تھا اور وہ بمشکل اس کے کندھے سے نیچے تک پہنچ پا رہی تھی۔

فیصل کی اس اعلا درجے کی بے باکی پہ پروا کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے جگمگانے لگے۔ راحیلہ ادھر ہی آ رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے پروا!" راحیلہ کا لہجہ ہرگز عمومی سا نہیں تھا۔ وہ مسلسل فیصل کو واچ کر رہی تھی۔

اب بھی فیصل کو اس کے پاس کھڑے دیکھ کر راحیلہ کو اندر آگ سی سلگنے لگی۔ اپنی یہ کیفیت اسے خود بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"کچھ خاص نہیں فیصل صاحب آٹوگراف مانگ رہے ہیں۔" پروا کا اعتماد واپس لوٹ آیا۔

"اوہ اچھا۔" اس نے اچھا کو جیسے کچل کر ادا کیا۔ فیصل کو اس کی مداخلت ذرا بھی اچھی نہیں لگی تھی۔

"اوکے تم وہ آٹوگراف میں سونے جا رہی ہوں۔ رات ویسے بھی کافی زیادہ ہو گئی ہے۔" راحیلہ نے اپنے طنزیہ لہجے کو الفاظ میں چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

"اس وقت کوئی بھی آٹوگراف نہیں فیصل صاحب! کل اوکے۔" وہ ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر آ گئی۔ اپنے غصے پہ اس نے بمشکل قابو پایا تھا۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ فیصل لغاری کی نگاہوں کی تپش سے بے خبر رہتی۔ سلویٰ اور در شہوار بھابھی سے وہ اس کی وہ سنتوں کے قصے سن چکی تھی۔ اس کی جاب' فیملی اور پرسنالٹی سب کچھ ہی تو اس کے سامنے تھا۔ پھر بار اس کی نگاہیں پروا کو کوئی پیغام دیتی محسوس ہوتیں مگر وہ اپنے دل میں کسی غلط فہمی کو جگہ دینا نہیں چاہتی تھی۔ وہ فیصل لغاری کے لیے "صرف ٹائم پاس لڑکی" نہیں بننا چاہتی تھی۔

خاندان اور خاندان سے باہر بہت سے اچھے گھرانے اسے اپنے گھر کا چاند بنانا چاہ رہے تھے۔ خود اقراء بھی چاہ رہی تھیں کہ وہ جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جائے مگر اس نے صاف کہا تھا جب تک میری تعلیم مکمل نہیں ہوتی میں شادی کا نام بھی نہیں سننا چاہتی۔ اقراء مجبور تھیں کیونکہ انجم بھی اس معاملے میں بیٹی کے ہمنوا تھے۔ ورنہ کتنے اچھے اچھے لڑکوں کے رشتے تھے جن کو صاف انکار کرتے ہوئے انہیں کچھ دکھ ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆

سلویٰ تو تیار ہو کر پارلر سے سیدھی میرج ہال چلی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

تئی۔ وہ اس کے ساتھ تھی۔ پروا کو باہر گھر لے آیا۔ اکثر لڑکیاں اور مہمان سیمینار ہال جا چکے تھے۔ گھر میں درِ شہوار اور کچھ خواتین تھیں۔ پروا کو دیکھ کر درِ شہوار کو یاد آیا کہ وہ ابھی تک ان ہی کپڑوں میں گھوم رہی ہے۔

"پری جاؤ مما کی طرف تمہارے کپڑے اور دیگر چیزیں ریڈی ہیں فوراً "چینج کر آؤ ٹائم کم ہے۔"

"مگر..." پروا ہچکچا رہی تھی۔

"گھر میں کوئی نہیں ہے صرف ملازم ہی ہیں تم جلدی کرو پھر اکٹھے نکلتے ہیں۔" وہ خود گلٹ میں جیولری پہن رہی تھی۔

پروا آئی تو زینو سے سامنا ہوا۔ اسے درِ شہوار پہلے ہی بتا چکی تھی۔ اس نے پروا کے استری کیے ہوئے کپڑے اسے تھمائے۔

"آپ نہا لیں بی بی جی! میں نے باتھ روم ابھی کچھ دیر پہلے ہی دھویا ہے۔" زینو بہت پھرتی دکھا رہی تھی۔

پروا دس منٹ سے بھی کم وقت میں شاور لے کر نکل آئی۔ کپڑے پہننے کے بعد وہ جوتے پہن رہی تھی جب فیصل بھی ڈریس اپ ہو کر نیچے اترا۔ پروا کا سرا اسکارف کی قید سے آزاد تھا اور دوپٹہ جو ہر وقت اس کے وجود کو چھپائے رکھتا تھا' سائیڈ میں صوفے پہ پڑا تھا۔ وہ صوفے پہ بیٹھی نیچے جھک کر نازک سی جوتی کے اسٹریپ بند کر رہی تھی بال سارے ایک سائیڈ پہ جھک آئے تھے۔ فیصل نے اس منظر کی ایک ایک تفصیل اپنے اندر محفوظ کر لی۔ پروا کو اس کی آمد کا پتہ چل گیا۔ پہلے اس نے جلدی میں صوفے پہ پڑا دوپٹہ اٹھایا اور کھول کر سر پہ ڈالا۔

"میرا خیال ہے آپ کافی ویل مینرڈ اور کلچرڈ ہیں یوں کسی کو گھور گھور کر دیکھنا سراسر اخلاقیات کے خلاف ہے۔" وہ غصے میں تھی اپنی جھونک میں اٹھ کر باہر نکلی تو چند قدم چلنے کے بعد ہی پاؤں بری طرح مڑا۔ تکلیف کی شدت سے ہلکی سی چیخ اس کے لبوں سے برآمد ہوئی۔ تب تک فیصل اس کے قریب پہنچ گیا۔ مگر پروا نے اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا۔

"فیصل لغاری! میں کسی کو اپنے ساتھ فلرٹ کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی اور نہ میں اتنی گئی گزری ہوں کہ مجھے کوئی وقت گزاری کا ذریعہ بنائے۔" پروا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ وہ لنگڑاتے ہوئے وہاں سے نکلی تھی۔

ادھر غصے کی شدت سے فیصل کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے تھے۔ وہ اسے فلرٹی سمجھ رہی تھی جب ہی تو آرام سے کہہ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے پروا بی بی! ایسا ہے تو ایسا ہی سہی تم مضبوط رشتوں پہ یقین رکھتی ہو تو میں بھی تم کو اٹوٹ بندھن میں باندھنے کے بعد ہی بات کروں گا۔"

وہ ایک ارادے پہ ٹھہرنے کے بعد شانت ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

فیصل آج گھر پہ ہی تھا۔ کافی عرصے کے بعد چھٹی بھرپور انداز میں انجوائے کرنے کا موقع ملا تھا۔ بابر بھی اس کے ساتھ تھا۔ رات کے کھانے پہ پوری فیملی اکٹھی تھی۔

زینو نے کھانے کے بعد برتن اٹھائے۔ تراب لغاری نے سب کے چہروں پہ نظر ڈالی۔ اب ان کی نگاہیں فیصل پہ فوکس تھیں۔ صنوبر بیگم بھی ادھر متوجہ تھیں۔

"فیصل! میں اور ماں جی سوچ رہے ہیں کہ اب تمہاری شادی ہو جانی چاہیے۔" تراب لغاری کا لہجہ بہت خوشگوار تھا۔

"جی میں خود آپ سے یہی بات کرنے والا تھا۔"

"چلو تم ہی بتا دو کہ کیا ارادہ ہے تمہارا؟" انہوں نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔ بابر اس دوران خاموش رہا۔

"پاپا! میں پروا الوذگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک ثانیے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔

"بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیملی سے ملنا چاہوں گا۔" تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

درِ شہوار [illegible] کی سانس خارج کی۔

"[illegible] ہو جاتی ہوں۔ بہت اچھے اور [illegible] پاپا لائز ہیں اور خود پروا [illegible]" درِ شہوار کو یقیناً خوشی ہو [illegible]

[illegible] نے تو سوچ رکھا تھا کہ راجیہ اس [illegible] بھائی کا رشتہ اور بھی مضبوط [illegible] فیصل کی خوشی۔" صنوبر بیگم افسردہ [illegible] وہ راجیہ اور فیصل کے رشتے کے بارے میں [illegible] تراب سے بات کر چکی تھیں۔ انہوں نے کہا تھا [illegible] فیصل کی خوشی اور مرضی ہوئی تو وہ راجیہ کو سوچا نے میں دیر نہیں لگائیں گے۔ اب اس نے صاف طور پر پروا کا نام لیا تو ان کی رہی سہی امید بھی دم توڑ گئی۔

"[illegible] فیصل نہ سہی مگر راجیہ ہماری بہو ضرور بنے گی کیونکہ حنان نے شادی کا معاملہ کلی طور پر ہمارے سپرد کر دیا ہے۔ میری مرضی ہے کہ حنان اور فیصل کی شادی اکٹھے ہو۔"

تراب لغاری کی بات پہ صنوبر بیگم کا چہرہ یوں بھرا ہوا خوشی سے چمک اٹھا۔ وہ یہ خوشخبری بیٹی کو سنانے کے لیے اسے فون کرنے لگیں۔

ادھر درِ شہوار پروا کی فیملی کے بارے میں تراب لغاری اور مما کو تفصیل سے بتا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"فیصل نہ سہی حنان ہی سہی۔ کم وہ بھی نہیں ہے۔ میرے لیے تو دونوں برابر ہیں۔ تراب بھائی سے تعلقات اور بھی مضبوط ہو جائیں گے۔" مما اسے ماتو کی فون کال کے بارے میں بتا رہی تھیں۔ مگر راجیہ کو ایک ہی بات یاد رہی تھی کہ فیصل نے پروا کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور ماموں کی فیملی جلد ہی پروا کے گھر جائے گی۔

راجیہ نہ جانے کب سے فیصل کو چپکے چپکے پسند کرنے لگی تھی۔ حالانکہ اس نے صاف طور پہ کہہ دیا تھا کہ اپنے خاندان کی سب لڑکیاں اس کے لیے بہنوں کی طرح ہیں پھر بھی وہ اسے من مندر کا دیوتا بنائے رہی۔ اسے اچھی طرح خبر تھی کہ فیصل نے اگر کہہ دیا ہے تو پھر اس کے ساتھ اس کی شادی ناممکنات میں سے ہے۔ مگر پروا کے بارے میں اس کا کھلا اظہار پسندیدگی اس سے کسی طرح بھی برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

پروا نے فیصلے کا اختیار ماں باپ کے سپرد کر دیا تھا۔ اپنے تئیں وہ اس بوجھ سے آزاد ہو گئی تھی مگر دل میں کھٹک سی تھی۔

ادھر انجم فیصل کے بارے میں ضروری معلومات کروا چکے تھے۔ اقراء سے مشورہ کیا تو وہ بھی مطمئن تھیں بس ایک بات کچھ پریشانی والی تھی کہ فیصل لغاری کی فیملی ان سے سماجی حیثیت اور مرتبے میں زیادہ تھی۔ وہ بھی کھاتے پیتے خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے مگر ان کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں تھے' اللہ پہ بھروسہ کرتے ہوئے انہوں نے تراب لغاری کو ہاں کہلوا دی۔

فیصل کو بے اندازہ خوشی ہوئی۔ اتنی آسانی سے وہ حاصل ہونے جا رہی تھی۔ اس نے تراب لغاری اور نیلم سے کہا تھا وہ ڈائریکٹ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مگر انجم نے کہا کہ وہ پروا کے یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد ہی شادی کریں گے۔ فی الحال صرف منگنی ہو گی۔

پروا نے صاف کہہ دیا تھا کہ منگنی پہ دھوم دھڑکا نہیں ہو گا' نہ زیادہ لوگوں کو بلوانا ہے' صرف گھر والے ہی ہوں۔

اور پھر سادہ سی تقریب میں نیلم نے پروا کو فیصل کے نام کی انگوٹھی پہنا دی۔

☼ ☼ ☼

فیصل دیکھنا چاہتا تھا' پروا سے نئے رشتے میں منسلک ہونے کے بعد اس کے تاثرات اور خیالات کیسے ہیں۔ منگنی ہو چکی تھی اپنے حساب سے اب وہ سب کچھ جاننے کا حق رکھتا تھا۔ ان ہی خیالات میں

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

فلاطاں وہ بطورِ خاص ان کے گھر آیا۔ ہونے والے داماد کی حیثیت سے یہ اس کی پہلی آمد تھی سو اقراء اور انجم کی خوشی دیدنی تھی۔ انجم اپنے کلینک میں تھے' اقراء نے فون کرکے انہیں بھی گھر بلوالیا۔ وہ اب کچن میں تھیں اس کی خاطر تواضع کا اہتمام کررہی تھیں۔

جس کے لیے فیصل یہاں آیا تھا وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ ایک گھنٹہ تو اسے بھی یہاں آئے ہو گیا تھا۔ بالآخر اس سے رہا نہیں گیا پوچھ ہی بیٹھا۔

"انکل! پروا کہاں ہے' نظر نہیں آرہی ہے۔"

"بیٹا! وہ ریڈیو اسٹیشن گئی ہوئی ہے رطابہ کے ساتھ۔ مشاعرے کی ریکارڈنگ کے لیے۔" انہوں نے مختصرا" بتایا تو اس کی خوشی یکدم ماند سی پڑ گئی۔

انجم اور اقراء نے کھانا کھائے بغیر اسے اٹھنے نہیں دیا' حالانکہ اسے بالکل بھی بھوک نہیں تھی۔ مجبورا" ان کی خوشی کے لیے کھانے میں شریک ہوا۔ کھانے کے بعد وہ ان سے اجازت لے کر نکلا تو تب بھی پروا نہیں لوٹی تھی۔ اس کے ارمانوں پہ اوس سی پڑ گئی تھی۔

اسے نکلے ہوئے مشکل سے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے جب پروا گھر واپس آئی۔ رطابہ اس کے ساتھ تھی۔ پروا کے چچا کی بیٹی تھی دونوں میں خوب بنتی تھی۔

"مما کون آیا تھا؟" پروا کچن میں پانی پینے کے لیے آئی تو سنک میں گندے برتنوں کا انبار دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

"فیصل آیا تھا ابھی دس منٹ ہوئے واپس گیا ہے۔"

"اوہ اچھا!" اس نے پانی کا گلاس منہ سے لگالیا اور گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔ "تمہارے انتظار میں کافی دیر بیٹھا رہا۔" مما نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

"ریکارڈنگ میں ہی کافی دیر لگ گئی مما ورنہ میں جلدی آجاتی۔"

اس کا سیل بڑی زوردار آواز میں گنگنایا۔ وہ باتھ روم میں منہ ہاتھ دھو رہی تھی تیزی سے نکلی اور سیل اٹھایا۔ تب تک فون بند ہو چکا تھا۔ اس نے نمبر دیکھا۔ یکسر اجنبی اور انجان نمبر تھا۔ اس نے دیکھ کر واپس رکھ دیا۔

فیصل نے غصے سے سیل فون گاڑی کے ڈیش بورڈ پہ پھینکا اور یکدم ہی اسپیڈ بڑھادی۔ درشہوار سے اس نے پروا کا نمبر لیا تھا۔ لیکن کال آج اس نے پہلی بار کی تھی کہ اسے بتائے گا اپنی آمد اور انتظار کا۔

گھر آیا تو بابر اور درشہوار آئے بیٹھے تھے۔

"کہاں گئے تھے آج شام سے نظر ہی نہیں آئے۔" بابر نے استفسار کیا۔

"میں انجم انکل کی طرف گیا تھا۔" وہ مختصرا" بتا کر ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"اوہ یعنی کوچۂ جاناں کا طواف کرنے۔" بابر نے بڑی آہستہ آواز میں کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی فیصل کے لبوں پہ مسکراہٹ آگئی۔

"کیسی تھی ہماری بھابھی؟" درشہوار بھی قریب کھسک آئی۔

"وہ تو مشاعرے کی ریکارڈنگ کے لیے ریڈیو اسٹیشن گئی ہوئی تھی۔" درشہوار کے طرزِ تخاطب پہ اس کا سارا غصہ پل بھر میں ہوا ہو گیا۔

"ویری سیڈ یار!" بابر نے مصنوعی دکھ کا اظہار کیا تو فیصل ہنس پڑا۔

"فکر نہ کرو اب افسوس کی نوبت نہیں آئے گی کیونکہ پاپا اور مما حنان کی شادی کرنا چاہ رہے ہیں اور میرا ارادہ ہے کہ حنان کی شادی کے ساتھ میری بھی ہو جانی چاہیے۔ پاپا سے کہوں گا انجم انکل سے بات کریں۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ اب تم زیادہ انتظار کرو گے۔" بابر نے آخری جملہ اس کے کان میں کہا۔

"انتظار بڑی بری چیز ہے کبھی محبت کی ہو تب نا۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا یہ جملہ ایک پولیس آفیسر کے منہ سے نکلا ہے۔"

"حسِ لطیف مجھ میں بھی پائی جاتی ہے۔ بس پتہ ہی

نہیں چلا اور یہ محترمہ دھڑلے سے یہاں براجمان ہو گئیں۔" درشہوار کی موجودگی کے خیال سے وہ آہستہ آواز میں بولا تو بابر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"اب اونٹ پہاڑ کے نیچے آیا ہے۔"

"یہ مت سمجھنا کہ مجھے اونٹ بنا کر رکھ دیا۔ اتنا بھی لوز نہیں ہوں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے۔ اپنی انا اور شخصیت کے معاملے میں میں کبھی بھی کوئی کمپرومائز نہیں کروں گا سمجھ آئی کہ نہیں۔" فیصل کا لہجہ یکدم سنجیدہ ہوا' بابر وہیں چپ ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

راحیہ کی شادی کی تاریخ طے ہوئی تو وہ بھی سلویٰ کی طرح یونیورسٹی سے غائب تھی۔ پروا سلویٰ کو بہت مِس کرتی تھی۔ ایک ماہ پہلے ہی وہ دولہا کے پاس کینیڈا گئی تھی۔ اب راحیہ کی بھی شادی ہو رہی تھی وہ بھی نہیں آرہی تھی۔ راحیہ کا رویہ اگرچہ پہلے کی طرح بھرپور گرم جوشی لیے ہوئے نہیں تھا مگر اس کے باوجود پروا کے خلوص میں کمی نہیں آئی تھی۔ مما نے اسے بتایا تھا کہ فیصل کے گھر والے شادی پہ زور دے رہے ہیں۔ وہ جھنجلا سی گئی تھی۔

"مما! میں بہت بزی ہوں۔ اسٹڈی' مشاعروں کی ریکارڈنگ' مشاعروں میں شرکت اور پھر پڑھائی ختم ہونے تک میں اس موضوع کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی۔" اس نے بات ہی ختم کردی تھی۔ ادھر فیصل تک پروا کا جواب پہنچا تو اسے بہت غصہ آیا۔ مگر مما نے کہا کہ چھ سات ماہ میں وہ یونیورسٹی سے فری ہو جائے گی تب ہم خوب دھوم دھام سے اپنے ارمان نکالیں گے۔ ان کی وضاحت سے فیصل کی خفگی ختم نہیں ہوئی۔ گھر میں حنان کی شادی کی تیاریوں کی وجہ سے چہل پہل سی تھی۔ اسے وہ یاد آئی تو اس کا جی چاہتا خود پروا کے پاس جائے اور اس کی بودی سی دلیل کے پرخچے اڑا دے۔

مگر دوسرے ہی ثانیے کچھ سوچ کر وہ کمزور پڑ جاتا۔ پتہ نہیں کیوں وہ دل کو بھا گئی تھی۔ اس وقت کو کوستا جب مشاعرے میں گیا تھا اور وہ محبت کی انجانی' ان دیکھی ڈور میں جکڑا گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

حنان کی مہندی کے دن اقراء اور پروا شام کو ہی "رحیب منزل" آگئی تھیں۔ مہندی کی تقریب مشترکہ تھی اس لیے مہمان بہت زیادہ تھے۔ فیصل اور حنان کی کزنز کاموں میں لگی ہوئی تھیں۔ کیونکہ تقریب کا اہتمام گھر کے وسیع و عریض لان میں کیا گیا تھا۔ لائٹنگ اور فلورل ڈیکوریشن مکمل تھی۔ اسٹیج مہندی کی رسم کے لحاظ سے سجایا گیا تھا۔ پروا نے مدد کے لیے اپنی خدمات پیش کیں مگر درشہوار نے اسے ہنس کر ایک سائیڈ پہ بٹھادیا۔ ویسے بھی انتظامات مکمل ہوگئے تھے۔

فیصل' حنان اور دیگر مردوں کے ساتھ انتظامات کا جائزہ لے رہا تھا۔ فارغ ہونے کے بعد فیصل نے حنان کو تیار ہونے کو کہا۔ مہندی کے لیے لڑکوں نے سفید کلف لگے کرتے شلوار بنوائے تھے۔ اب حنان دوستوں کے ساتھ تھا۔ فیصل بھی چینج کر چکا تھا۔ ٹی وی لاؤنج سے گزرتے ہوئے اس کی نگاہ اقراء آنٹی پہ پڑی تھی۔ اس نے پاس آکر خیر خیریت پوچھی تو جوابا" انہوں نے اسے دعائیں دیں۔

اب فیصل کی نگاہ پروا کو تلاش کر رہی تھی۔ بالآخر اس کا گوہرِ مقصود نظر آہی گیا۔ وہ درشہوار کے ساتھ پھولوں کے گجرے سیٹ کر رہی تھی۔ ساتھ اور لڑکیاں بھی تھیں۔ کافی عرصے کے بعد فیصل نے اسے دیکھا تھا مگر بات کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ارد گرد سب موجود تھے۔

"ارے فیصل بھائی! آپ تو عید کا چاند بن گئے ہیں کتنے عرصے کے بعد آپ کو دیکھ رہی ہوں۔" اس کی خالہ کی بڑی بہو نے اسے گزرتے دیکھ کر شکوہ کر ڈالا۔ تب اس نے آگے بڑھ کر حال احوال پوچھا۔

"میری جاب ہی ایسی ہے کہ اپنے لیے بھی فرصت نہیں ملتی۔" اس نے وضاحت سے انہیں مطمئن کرنا چاہا' پروا ایک ثانیے کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

فیصل کے پاس موجود کزنز مسکرانے لگیں۔ دُرِ شہوار کو پروا کی مشکل کا اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ اکیلی تھی ادھر وہ سارا شرارتی ٹولہ تھا۔ اس نے پروا کو بہانے سے وہاں سے ہٹا دیا۔

"فریج میں دیکھو پھولوں کی پتیاں اور گجرے پڑے ہوں گے۔ لے آؤ میں تمہیں بھی پہناؤں گی۔" پروا نے سکون کا سانس لیا۔

ان لڑکیوں کی فضولی چھیڑ چھاڑ سے اسے سخت الجھن محسوس ہو رہی تھی فریج کھول کر اس نے دیکھا وہاں گجروں کا نام و نشان تک نہیں تھا البتہ پھولوں کی پتیاں ضرور پڑی تھیں۔

وہ واپس آئی تو فیصل اسی طرح وہاں موجود تھا جس طرح وہ چھوڑ کر گئی تھی' البتہ لڑکیوں کی تعداد کم ہو گئی تھی۔

"مسلمان ہونے کے ناطے سے بندہ سلام ہی کر لیتا ہے۔" فیصل نے گہری نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے کچھ شرمندہ کرنا چاہا تو دُرِ شہوار اور دری مسکرانے لگیں۔

"یونیورسٹی میں پڑھنے اور شاعرہ ہونے کے باوجود آپ اتنی شرمیلی ہیں' مجھے حیرت ہوتی ہے۔" اس نے ایک اور طنز کر دیا تھا۔ جواباً" پروا نے اندرونی غصے پہ قابو پاتے ہوئے بگڑا ہوئے انداز میں وضاحت دی۔

"میں شام سے آئی ہوئی ہوں' آپ پہ نظر ہی کچھ دیر پہلے پڑی اور میں نے آپ کے سلام کا جواب بھی دیا تھا' آپ تک شاید پہنچا نہیں۔ دوسرے آپ کی غلط فہمی دور کر دوں کہ ابھی صرف منگنی ہوئی ہے شادی نہیں اور مجھے اپنی حدود کا خیال رکھنا آتا ہے شرمانے کی شرط لازمی نہیں ہے۔"

"ارے واہ واہ پروا او گڈ۔ تم نے تو لڑکیوں کا سر بلند کر دیا ہے۔ لڑکے منگنی کے بعد بہت ڈیمانڈنگ ہو جاتے ہیں' تم نے آج سچائی واضح کر دی۔" دری نے پروا کی پیٹھ ٹھونکی تو فیصل کو ہنسی آ گئی مگر وہ سنجیدہ ہی رہی۔

مہندی کی پوری تقریب کے دوران وہ الگ تھلگ ہو کر بیٹھی رہی۔ دری نے نوٹ کیا کہ وہ کچھ غصے میں ہے اور اپ سیٹ بھی ہے۔

اسے نہیں پتہ تھا کہ پروا کے غصے کی وجہ کیا ہے۔

ہوا یوں تھا کہ مہمانوں کی آمد ہوتے ہی نیلم نے پروا کو بہت خوب صورت سوٹ پہننے کو دیا۔ مہندی' بارات اور ولیمہ کے لیے انہوں نے خود بطورِ خاص پروا کے لیے سوٹ بنوائے تھے۔ ان کی محبت کے سامنے وہ انکار نہ کر سکی حالانکہ گھر سے تیار ہو کر آئی تھی۔

دُرِ شہوار چینج کیے ہوئے سوٹ سمیت فیصل کے کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ "ادھر تم اطمینان سے چینج کر لو کوئی نہیں آئے گا۔ باقی کمروں کا تو برا حشر ہو رہا ہے۔" وہ دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

ادھر فیصل رسٹ واچ کمرے میں بھول گیا تھا۔ یاد آنے پہ وہ اٹھانے کمرے میں آیا تو پروا غیر متوقع طور پہ اپنے کمرے میں موجود پایا جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بال برش کر رہی تھی۔

اس کے گھنے دراز کھلے ہوئے بال فیصل نے پہلی بار دیکھے تھے۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ وہ بے دھڑک اندر چلا آیا تھا۔

پروا کو یہاں پا کر دل میں عجیب سی خواہش جاگی تھی۔ اس نے ہاتھ ایک ہاتھ دینے کے لیے آٹومیٹک لاک پہ رکھا تھا۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

پروا کے چہرے پہ اس لمحے بے اختیاری کے جو سائے لہرائے تھے' انہوں نے جیسے فیصل کو گہری کھائیوں میں دھکیل دیا تھا۔

وہ بھاگ کر دروازے کی طرف آئی وہ پھیل کر کھڑا تھا۔ پروا نے غصے میں اسے تقریباً" دھکا دے کر پیچھے کیا۔ ایسے شرمندہ سوچوں کے درمیان بھٹکتا چھوڑ کر وہ جا چکی تھی۔

لیکن وہ بتانا چاہتا تھا کہ اسے غلط فہمی ہوئی ہے' جو وہ سمجھی ہے اس کا ارادہ ہرگز نہیں تھا۔

مگر وہ اس کے بعد وہاں آئی ہی نہیں۔

☼ ☼ ☼

حنان کی شادی بخیر و خوبی ہو چکی تھی۔

پروا نے یونیورسٹی جانا شروع کر دیا تھا۔

اس دن بھی سر اعجاز کی کلاس لے کر وہ نکلی تو کوریڈور میں فیصل لغاری کو سراپا انتظار پا کر اس کی حیرت دوچند ہوئی۔

"پروا! میرے ساتھ چلیں بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ لپک کر اس کے پاس آیا اس کے تاثرات خاصے درشت تھے۔ پروا کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ بہت ساری نگاہوں نے ایک اسمارٹ اور ڈیشنگ نوجوان کے ہمراہ پروا کو جاتے دیکھا۔

وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی آئی تھی۔ وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے لے آیا۔ وہ کوئی سوال کیے بغیر بیٹھ گئی۔

"پروا! میں اس دن والی بات کے بارے میں آپ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں' آپ کی بے اعتباری مجھے بہت دکھ دے رہی ہے۔ آپ یقین کریں کہ اس دن میں نے دروازہ کسی بری نیت سے لاک نہیں کیا تھا بلکہ میں کسی کی مداخلت کے بغیر آپ کو تھوڑی دیر دیکھنا چاہتا تھا۔" یونیورسٹی سے کچھ آگے نکل کر فیصل نے گاڑی ایک کم مصروف اور قدرے سنسان سڑک پہ روک دی تھی۔

"کل آپ ریسیو کر ہی نہیں رہی تھیں میری اس لیے میں یونیورسٹی آیا ہوں کہ آپ کی غلط فہمی دور کر سکوں۔" فیصل کے چہرے اور آنکھوں میں سچائی کی چمک واضح تھی۔ پروا کے تنے اعصاب رفتہ رفتہ ڈھیلے پڑنے لگے۔

"اتنی سی بات کو آپ نے اتنا سیریس لے لیا۔" پروا کے لہجے میں اپنائیت سی تھی کچھ تھا ایسا کہ فیصل کی نگاہیں ایک بار پھر سب کچھ بھلا کر اس پہ مرکوز ہو گئیں۔

"تو آپ کی غلط فہمی دور ہو گئی؟" اتنے دنوں کی کسک اور اذیت ختم ہوئی تو وہ بالکل پر سکون نظر آنے لگا۔ جواباً" پروا نے سر کو اثبات میں ہلا دیا۔

"گڈ تو پھر ہماری دوستی پکی۔" فیصل نے ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا۔ فی الحال فیصل کے تاثرات بہت بے ضرر تھے۔ پہلی بار پروا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔ یہ گرفت ایک مرد کی پُرجوش پُرحدت کچھ کہتی' کچھ جتاتی ایک ایسے مرد کی گرفت جو اس سے بے پناہ محبت کرنے لگا تھا۔

"پری تیری لو یو۔۔۔ سو مچ۔" وہ بے خود ہو رہا تھا۔ پروا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا تو وہ ہوش میں آ گیا۔

"آپ مجھے گھر چھوڑ دیں' یونیورسٹی نہیں جانا۔" پروا سے اس کی نگاہوں کا سامنا دشوار تھا۔

"چھوڑ دوں گا اتنی جلدی کیا ہے۔"

"نہیں آپ مجھے چھوڑ دیں بس۔" یہاں پروا ہار نہیں ماننا چاہتی تھی۔

اور وہ یہاں پروا سے ہار مان گیا آرام سے ہمیشہ کی طرح۔ محبت انسان کو بڑا کمزور بنا دیتی ہے۔ یہ فیصل کا اپنا نقطہ نظر تھا جس پہ وہ ابھی بھی سو فیصد متفق تھا۔

☼ ☼ ☼

یونیورسٹی میں امتحانات سے قبل غیر نصابی سرگرمیوں کا بھرپور آغاز ہو چکا تھا' اور ہمیشہ کی طرح پروا آگے آگے تھی۔ پہلے مجموعہ کلام کی پذیرائی کے بعد وہ دوسرے کی تیاری میں بھی لگی ہوئی تھی۔ ایک معیاری ادبی پرچے کے مدیر اور کہنہ مشق شاعر اس سلسلے میں اسے مفید تجاویز سے بھی نواز رہے تھے۔ پروا تاثر نکال کر ان کی طرف بھی چلی جاتی۔

یلا کے حسن پرست اور رومان پرور تھے۔ عرفان بابل نیازی بابل ان کا تخلص تھا۔ تنقید نگار بھی تھے ادبی دنیا میں انہیں بہت عزت دی جاتی تھی۔ سو قدرے غرور بھی ان کے مزاج کا حصہ بن چکا تھا۔

پروا سے ایک مشاعرے کے دوران وہ متعارف ہوئے اور پھر اس کے حسن و بے نیازی کے گرویدہ ہو گئے۔ اپنے ادبی پرچے میں انہوں نے پروا کی شاعرانہ صلاحیتوں کے بارے میں کھل کر لکھا تھا۔ جس سے ایک بڑا حلقہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا کیونکہ ان کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی۔ گزرتے ایک سال نے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ان کی بات سچ ثابت کر دی تھی۔ پروا کی شاعری نے نوجوانوں کے ساتھ ساتھ ادب کے نقادوں کو بھی چونکا دیا تھا۔ انہی کے مشورے سے پروا نے دوسرے مجموعہ کلام کو کتابی شکل میں لانے کا کام شروع کر رکھا تھا۔

ان دنوں وہ بہت مصروف تھی۔ یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد عرفان بابل نیازی کی طرف چلی جاتی۔ وہ "نیا سویرا" کے آفس میں ہی عام طور پہ پائے جاتے۔ ان کی حسن پرستی کی داستانیں عام تھیں لیکن پروا نے اس سلسلے میں بڑا سخت اصول رکھا ہوا تھا۔ اس کے ارد گرد وقار کا حصار بڑا مضبوط تھا۔ عرفان بابل نیازی کو حال دل کہنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی۔

عمر عزیز کی پینتالیس بہاریں دیکھ لینے کے باوجود تا حال کنوارے تھے۔ ادبی میدان میں نو وارد لکھاریوں کی سرپرستی کرنے میں انہوں نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا تھا۔ ان کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی وجہ سے ہی آج بہت سے گمنام شاعر اور ادیب ادبی میدان کے روشن ستارے بن کر جگمگا رہے تھے۔

ایک طرف سے عرفان بابل نیازی اس کے گاڈ فادر ہی تھے۔ کیونکہ ادبی حلقوں میں متعارف انہوں نے ہی کروایا تھا۔ پروا کا تخلص بھی انہوں نے ہی "نوز گل" تجویز کیا تھا جو اب اس کے پیدائشی نام کا حصہ بن چکا تھا۔ "نوز گل" کا مطلب تھا نہایت خوب صورت اور حسین۔

ادبی حلقوں میں عرفان بابل نیازی کی شہرت کچھ بھی رہی ہو مگر پروا کے لیے وہ بہت قابل احترام تھے۔ اس کی خوب صورتی اور رکھ رکھاؤ نے عرفان بابل نیازی کو شروع میں چونکایا ضرور تھا مگر بعد ازاں پروا کا رویہ دیکھ کر وہ اپنے خول میں سمٹ گئے تھے۔ ورنہ ہمیشہ سے وہ اسکینڈلز کی زد میں رہے تھے۔

پروا پہ وہ خاصے مہربان تھے اور دل سے اس کی عزت بھی کرتے تھے۔ سو وہ ابھی تک کسی بھی ناخوشگوار صورت حال سے بچی ہوئی تھی۔

مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن سے پروا کی پذیرائی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ ان ہی کی زبانوں کا اگلا زہر پروا کے جاننے والوں کے کانوں تک بھی پہنچ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

فیصل تین دن سے پروا کا نمبر مسلسل ٹرائی کر رہا تھا جو بند جا رہا تھا۔ رات کے کھانے پہ راحیہ سے سامنا ہوا تو وہ پوچھ بیٹھا۔

"پروا ٹھیک تو ہے نا۔ یونیورسٹی آ رہی ہے؟" اتنا پریشان تھا وہ پروا کی خاطر۔

"جی ہاں وہ یونیورسٹی آ رہی ہے۔ کیوں کیا بات ہے؟" وہ دلی کیفیت کو چھپاتے ہوئے بظاہر عام سے لہجے میں بولی۔

"اس کا سیل نمبر آف ہے تب ہی پوچھا ہے میں نے۔"

"او اچھا... وہ کافی بزی ہے ان دنوں۔ یہ اس کی پرانی عادت ہے جب بہت مصروف ہوتی ہے تو اپنا سیل فون آف کر دیتی ہے۔"

"کیوں کون سی مصروفیت ہے؟"

"ایگزامز بھی قریب ہیں اور وہ اپنی کتاب کی تیاری میں بھی مصروف ہے۔ عرفان بابل نیازی کی طرف چلی جاتی ہے روز ہی۔ بہت فرینڈلی بندہ ہے یہ عرفان بابل نیازی بھی۔" اس نے بظاہر ہنس کر بڑے بے ضرر انداز میں کہا تھا۔ مگر فیصل کچھ پریشان سا ہو گیا تھا۔

راحیہ فیصل سے چھ سال چھوٹی تھی۔ اس نے کبھی بھی اسے بھائی کہہ کر مخاطب نہیں کیا تھا نام بھی نہیں لیتی تھی اب۔ صرف آپ کہہ کر کام چلا لیتی تھی۔

حیرت کی بات تھی حنان سے شادی کے بعد بھی اس کے دل سے فیصل سے دستبرداری کا دکھ کم نہیں ہوا تھا۔

اب تو اسے ساری عمر اسی گھر میں رہنا تھا اور فیصل کو ہر وقت نظروں کے سامنے دیکھنا اس کے لیے کسی امتحان سے کم نہیں تھا۔

اس کے لیے یہ تصور ہی سوہان روح تھا کہ فیصل جسے وہ شروع سے من مندر کا دیوتا بنا کر پوجا کرتی رہی ہے وہ پروا پہ جان چھڑکتا ہے۔

راحیہ کا حسد اسے چین نہیں لینے دیتا تھا۔ وہ اپنے

رب کی مسلسل ناشکری پہ تلی ہوئی تھی اور اسے اس کا احساس تک نہ تھا۔

☼ ☼ ☼

کتابیں سمیٹ کر پروا ابھی ابھی سونے کے لیے دراز ہوئی تھی کہ اچانک اس کا سیل فون گنگنانے لگا۔ فیصل کالنگ کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔

بڑی پیاری سی مسکان نے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

"السلام علیکم۔" اس کی دلکش مدھر آواز فیصل کی اکتاہٹوں کی کلفت اور بے زاری ختم کر گئی تھی جو پروا کی مصروفیت اور سیل آف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔

"وعلیکم السلام کہاں گم ہو پروا صاحبہ! لگتا ہے کہ مجھے آپ کو لاک اپ میں بند کرنا پڑے گا۔" فیصل کی بے قراری الفاظ اور لہجے سے عیاں تھی۔

"میں تو کہیں بھی گم نہیں ہوئی اور میں نے کون سا ایسا جرم کر دیا ہے جو آپ مجھے لاک اپ کی دھمکی دے رہے ہیں۔"

"سارے جرم گن گن کر بتاؤں گا۔ صرف آپ کے امتحانات سے فارغ ہونے کا انتظار ہے۔ فی الحال تو یہ بتائیے کہ نمبر کیوں آف تھا آپ کا؟"

"میں پچھلے دنوں بہت مصروف تھی۔ اس مصروفیت میں سیل فون کو چارج کرنا یاد ہی نہیں رہا اس لیے فون آف تھا میرا۔"

"بہرحال آئندہ خیال رکھنا ہے۔ مجھ سے دور ہیں آپ تو رابطے تو نہ توڑیے۔ کچھ باتیں خود سے سمجھنے کی ہوتی ہیں۔" فیصل کے لہجے میں بہت نرمی تھی۔

"او کے آئندہ خیال رکھوں گی۔" یہ کہہ کر پروا نے فون بند کر دیا۔

نیند تو ابھی فیصل کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اتنی جلدی کہاں آنے والی تھی۔ کمرے کی تنہائیاں کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھیں اور دل تھا کہ پروا کو طلب کیے جا رہا تھا۔ جذبوں کی آنچ شاید اس تک نہیں پہنچی تھی کہ اب تک وہ انجان بنی ہوئی تھی۔

لیکن اتنا ضرور ہوا تھا پہلے کی طرح اس کے انداز میں بے گانگی نہیں تھی وہ اس کی چاہت سے آگاہ تھی۔

فیصل کے پلکوں پہ بہت سے خوب صورت خواب سجے تھے۔

☼ ☼ ☼

آخری پیپر دے کر گھر آئی تو تراب لغاری اور نیلم آنٹی آئے بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے بڑے ٹیبل پہ مٹھائی کے ٹوکرے رکھے تھے۔ پروا کپڑے بدل کر ان کی طرف چلی آئی۔ نیلم نے صوفے پہ اسے پاس ہی بٹھا لیا۔

"کیسے ہوئے پیپرز تمہارے؟" سلام دعا اور خیر خیریت پوچھنے کے بعد انہوں نے پیپرز کی بابت پوچھا۔

"بہت اچھے ہوئے ہیں ہمیشہ کی طرح مجھے امید ہے اچھے مارکس لوں گی۔"

"ان شاء اللہ اور رزلٹ تو تم اب سسرال میں آ کر ہی سنو گی۔" نیلم نے اسے چھیڑا اور ان کے جانے کے بعد مما نے اسے بتایا کہ وہ کس مقصد سے آئی تھیں۔

پروا کی شادی پہ ڈاکٹر انجم کے بڑے بھائی ریاض احمد بھی اپنی پوری فیملی سمیت انگلینڈ سے آ رہے تھے۔ اب اتنے عرصے بعد وہ آ رہے تھے تو سب بہت خوش تھے۔

پروا کی شادی سے ہفتہ پہلے ریاض احمد اپنے بھائی ڈاکٹر انجم کے پاس تھے۔ اقراء اور پروا نے پہلے ہی اوپر کا پورشن ان کے لیے سیٹ کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا بہو اور دو پوتے پوتیاں بھی تھے۔ بیوی ان کی سات سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ اب پوتے اور پوتی سے دل بہلاتے تھے۔ ان کے آنے کے بعد گھر کی رونق بڑھ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

پرسوں پروا کی رخصتی تھی۔ اس رات کے بعد اس گھر میں ایک اور رات باقی تھی۔ پھر اسے یہاں سے چلے جانا تھا۔ اس کی مما کچھ دیر پہلے اس کے پاس سے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اٹھ کر گئی تھیں۔
انجم صاحب نے انہیں زبردستی یہاں سے اٹھا کر سونے بھیجا تھا کیونکہ اقراء کی طبیعت رونے سے خراب ہو رہی تھی۔
ان کے جانے کے بعد فیصل کی کال آ گئی۔ پروا کا دل ابھی بھی بھرا ہوا تھا۔ اس کی آواز سن کر اور بھی رونا آ گیا۔
اس کی بھیگی بھیگی آواز فیصل نے فوراً محسوس کر لی تھی۔ مگر جانتے ہوئے نظرانداز کر گیا۔
"کل آپ نے پوری کلائیوں اور پاؤں کے ساتھ ساتھ ہاتھوں پہ بھی مہندی لگوانی ہے کہنیوں سے اوپر تک۔ مجھے اچھا لگے گا اگر آپ نے میری یہ چھوٹی سی خواہش پوری کی تو..." پروا نے آہستگی سے جی کہہ کر فون بند کر دیا۔

* * *

پروا نے شادی پہ اپنی فرینڈز کلیگز کے ساتھ خاتون اور مرد شاعروں کو بھی مدعو کیا تھا۔ ان میں عرفان یاس نیازی بھی تھے۔ جنہوں نے پروا کو شادی کے تحفے کی صورت میں اس کا دوسرا مجموعہ کلام دیا۔ جس کا عنوان "تم سے" تھا۔ اور یہ عین پروا کی شادی کے روز منظر عام پہ آیا تھا۔ اسے اس کی خوشی بھی بہت تھی مگر ماں باپ سے بچھڑنے کا دکھ اسی خوشی پہ غالب تھا۔
رخصتی کے وقت وہ اتنا پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ نیلم اور تراب لغاری کے ساتھ ساتھ اور لوگ بھی پریشان ہو گئے۔
رخصت ہو کر پروا تراب منزل پہنچ گئی۔
رسموں کے لیے عورتوں نے اسے گھیرا ہوا تھا۔ فیصل نے تو جان چھڑا لی تھی "اسے رسموں سے دلچسپی نہیں تھی سو مشکل سے پروا کے ساتھ پانچ منٹ بیٹھا تھا اور دولہن کو مٹھائی کھلانے کے بعد معذرت کر کے دوستوں کی طرف چلا گیا تھا۔ راحیہ اس دوران ان کے قریب ہی موجود رہی تھی۔ پروا کے یوں رونے سے کچھ ذہنوں میں جو سوالات پیدا ہوئے تھے۔ ان سوالوں نے راحیہ کو قدرے شانت کر دیا تھا۔ ابھی فیصل تھوڑی دیر بعد ہی پروا کے پاس سے اٹھ کر گیا تھا تو اس کی اس حرکت نے راحیہ کے پورے وجود میں سکون کی لہریں دوڑا دی تھی۔
حنان اور بابر نے دو دن لگا کر فیصل کا بیڈ روم ڈیکوریٹ کروایا تھا اور کل سے لاک کر کے چابی اپنے پاس رکھی تھی۔ حنان دولہن کی آمد کے بعد ہی بیڈ روم کھولنا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں ایسی کون سی خاص بات تھی جو وہ چھپا رہا تھا۔
فیصل کی کزنز پروا کو لے کر کمرے تک آئیں۔ تب بابر اور حنان نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ باقی سب پیچھے ہٹ گئے کہ پہلا قدم دولہن ہی اندر رکھے۔
اور پروا جیسے ہی دروازے سے اندر ہوئی چھت کی طرف سے اس پہ پھولوں کی برسات شروع ہو گئی ساتھ ہی دھیمی دھیمی سی مدھر آواز بھی گونجنے لگی۔
بیڈ روم اتنی خوب صورتی سے سجا تھا کہ سب نے ہی تعریف کی۔ راحیہ ادھر حنان سے لڑنے لگی۔
"اپنا بیڈ روم تو تم نے اتنی خوب صورتی سے ڈیکوریٹ نہیں کروایا تھا۔" یہ لڑنے کا موقع نہیں تھا سو حنان خاموش ہو گیا۔ ویسے بھی راحیہ کے رویے میں کچھ عرصے سے تبدیلی سی آ گئی تھی یوں لگتا تھا وہ لڑنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ مگر حنان صلح جو قسم کا بندہ تھا۔ چپ ہو جاتا۔

* * *

بیڈ کراؤن کے ساتھ رکھا دوسرا گاؤ تکیہ اٹھا کر فیصل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ بیڈ روم میں آتے ساتھ ہی اس نے بڑی جاندار آواز میں سلام کیا تھا۔ اس آواز میں خوشی کی ایک کھنک محسوس کی جا سکتی تھی۔
"دیکھنے کی اجازت ہے مجھے؟" وہ پروا کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے بولا اور پھر دوسری طرف سے کوئی جواب ملنے سے پہلے ہی آنچل اس کے چہرے سے ہٹا دیا۔ پروا کی پلکیں ہولے ہولے لرز رہی تھیں۔ فیصل نے بڑے غور سے اس کی پلکوں کا لرزنا رقص دیکھا۔ اس

کی قوس دار بھنویں، ستواں ناک، جھکی آنکھیں اور احمریں لب "ایک ایک نقش اس نے غور سے دیکھا پروا کے دونوں ہاتھ گود میں دھرے تھے۔ فیصل کا مضبوط ہاتھ اس کی نازک کلائی کی طرف بڑھا تو دل میں عجیب سی ہلچل ہونے لگی۔ دھڑکنوں کی رفتار خود ہی بڑھ گئی پروا کا ہاتھ باقاعدہ کانپ رہا تھا۔
"مہندی تو بہت خوب صورت نکلی ہے کہاں تک ہے؟" وہ اس کی چوڑیوں سے بھری کلائی کو قریب کر کے غور سے دیکھنے لگا۔ جہاں تک چوڑی کے بازو تھے وہاں تک تو مہندی لگی نظر آ رہی تھی۔
"آج کے دن کی آس میں بہت انتظار کروایا ہے۔" پروا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔
"کچھ تو کہو۔ آج کا دن ہماری زندگی کا سب سے اہم دن ہے میں تمہارے لبوں سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔" فیصل کی انگلیاں پروا کے نرم بالیوں کو ایک لمحے کے لیے چھو گئی تھیں۔
"بولو نا کچھ تو پلیز۔ شاعرہ ہو لفظوں سے کھیلتی ہو آپ تو اب اتنی کنجوسی کیوں؟"
پروا کے لب کچھ کہنے کی کوشش میں جیسے جڑ گئے۔
فیصل کی پر جوش والہانہ نگاہیں آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ پروا نے بولا بھی نہیں گیا۔ مشاعروں میں شرکت کرنے والی سیکڑوں مداحوں کے سامنے اپنا کلام پیش کرنے والی پراعتماد سی پروا اس وقت اس کے سامنے نروس ہو رہی تھی۔
فیصل کو ایک دم ہی اس پہ رحم سا آ گیا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے ویلوٹ کا کیس نکالا۔ جو سونے کی نازک اور خوب صورت پائلوں پہ مشتمل تھا۔
"یہ ان خوب صورت پاؤں کے لیے ہے۔" جھکتے جھکتے ہی اس نے اپنے ہاتھوں سے پروا کو پائل پہنا دیں۔
"آئی لو یو سویٹ ہارٹ۔" پروا کا ہاتھ اس کے لبوں پہ دھرا تھا اور وہ لمحہ بہ لمحہ سرکش ہوتا جا رہا تھا۔
"مجھے نیند آ رہی ہے سو جاؤں؟ لیکن پہلے یہ کپڑے چینج کر لوں گی۔" بھاری لہنگے کو سمیٹتے ہوئے بیڈ سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ فیصل کے مضبوط بازوؤں نے اسے جکڑ لیا۔
"کون سی نیند کہاں کی نیند۔ کب سے میری نیندوں کی دشمن بنی ہوئی تھی میں سونے دوں گا بھلا۔" فیصل گستاخیوں پہ آمادہ تھا۔ پروا کی تو سانس ہی گویا سینے میں اٹک گئی تھی۔ اچانک اسے اپنی گردن کے پاس انگارہ سا دہکتا محسوس ہوا۔
یہ پیار سرکش سمندر اسے بھی اپنے ساتھ بہاتا چلا گیا۔

* * *

ولیمہ کے بعد فیصل اور پروا دونوں ڈاکٹر انجم کی طرف آئے ہوئے تھے۔
اقراء کتنی دیر پروا کو لپٹائے اس کے ہونے کا یقین کرتی رہیں۔ پروا اس لڑکی سے یکسر اجنبی لگ رہی تھی جو اپنی رخصتی کے دن دھواں دھار رو رہی تھی۔ فیصل کی بھرپور محبت کے خمار سے اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔
رات ان دونوں کو وہیں رکنا تھا۔ فیصل کافی دیر ڈاکٹر انجم اور اقراء سے باتیں کرتا رہا۔ ریاض احمد بھی یہیں تھے۔ البتہ سو اور بیٹا واپس انگلینڈ جا چکے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ شریک گفتگو تھے۔
فیصل کے سونے کا انتظام پروا کے بیڈ روم میں تھا۔ اس نے بڑی دلچسپی سے اسے ایک ایک چیز دکھائی۔ اسکول کالج کے زمانے کی تصویریں بچپن سے سنبھال کر رکھے گئے کھلونے اسکول کالج کی طرف سے ملے گئے تعریفی سرٹیفکیٹس اور اسٹوڈیو اپنے ہاتھ کے بنائے گئے لینڈ اسکیپ سب چیزیں بہت شوق سے دکھائیں۔
بچوں جیسی معصومیت تھی اس کے اس کے چہرے پر۔ فیصل وقتاً فوقتاً اس کے بالوں کو چھیڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور ہر بار وہ پیچھے ہو جاتی۔
"پری! واقعی تم مشرقی لڑکی ہو۔ میرے پیار کی نشانیوں کو کہاں تک چھپاؤ گی جو اب ہوں۔ تم کیوں

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

گھبرا جاتی ہو میرے پیار کی شدت سے۔ میں تم سے ایسے ہی ٹوٹ کر پیار کروں گا۔ دو دن میں ہی تم نے مجھے اپنا اسیر کر لیا ہے۔ بہت بے بس ہو گیا ہوں۔ اب تو زندگی تمہارے بغیر بے معنی لگنے لگی ہے۔ میں نے گھومنے پھرنے کے لیے نوردرشٹس کی سیٹ بک کروائی ہے۔ ابھی بلتے ہم جائیں گے۔ میں چند دن سب سے دور اور تم سے قریب ہو کر گزارنا چاہتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور ہمارے درمیان ہو۔ صرف میں اور تم ہوں۔ اور کوئی نہیں۔"

"اتنا پیار کرتے ہیں آپ مجھ سے؟"

"تمہاری سوچ سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں اتنا کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتیں۔" فیصل کا لفظ لفظ سچائی میں ڈوبا ہوا تھا۔

پروا اسے دیوانے کو دیکھتی رہ گئی۔

نوردرشٹس میں ایک ماہ گزار کر لوٹنے کے بعد وہ اپنی یونیورسٹی جوائن کر چکا تھا۔ پروا بھی گھر اور کلینک میں مگن تھی۔ تراب انکل، نیلم آنٹی، احسان بھائی، وہ سب کا رویہ بہت اچھا تھا۔ بس راحیہ کی طرف سے وہ اکثر الجھ جاتی۔ آخر میں وہ نظر انداز کر جاتی۔ جتنے ہوئے بیٹھے ہوتی۔ جس کی وجہ پروا کے پاس نہیں تھی۔

ایک ماہ پاکستان سے باہر رہنے کے دوران واپسی پہ پروا کے پاس مشاعروں کے بہت سے دعوت نامے جمع ہو چکے تھے۔ وہ ممابابا سے ملنے گئی تو پتہ چلا کہ ایک ٹی وی پروڈیوسر نے بھی اس کی غیر موجودگی میں رابطہ کیا تھا۔ نئی نسل کے نمائندہ خواتین شعراء کے بارے میں وہ ایک پروگرام کر رہے تھے اس سلسلے میں وہ پروا کو بھی اپنے پروگرام میں مدعو کرنا چاہ رہے تھے۔ اس کے علاوہ راولپنڈی آرٹس کونسل میں ایک مشاعرہ ہو رہا تھا۔ اس میں خاص طور پر پروا اورنگل کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ نئی نسل میں اس کی مقبولیت کا گراف "تم سے" کی اشاعت کے بعد تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ عرفان بابل نیازی نے اس سے کہا تھا کہ ادبی دنیا بہت بڑے سمندر کی مانند ہے اگر تم نے اپنی منفرد شناخت برقرار رکھنی ہے اور زیادہ عرصے تک لوگوں

دنیا میں زندہ رہنا ہے تو روایات کی پیروی مت کرو۔ باغیانہ روش اپناؤ۔ لوگوں کے دلوں میں گھر کرو۔ پروا نے ان کی نصیحت کو دل و جان سے مان لیا تھا۔ یہی وجہ تھی اس کا دوسرا مجموعہ کلام نئی روایات اور نئے رجحانات کا عکاس تھا۔

✿ ✿ ✿

اقراء بیگم کو لگ رہا تھا جیسے پروا ان سے صدیوں بعد ملی ہے۔ حالانکہ صرف ایک ماہ کی ہی تو دوری تھی لیکن ان کی پیاسی ممتا کو اسے دیکھ کر سیراب ہو رہی تھی۔ پروا کی شادی کے بعد انہیں اپنی تنہائیوں کا احساس شدت سے ہونے لگا تھا۔

رات کھانے کے بعد وہ بڑے سکون سے مما کے پاس ہلکی پھلکی باتیں کر رہی تھی۔ جب فیصل نے اس کے موبائل پہ کال کر کے بتایا کہ وہ اسے لینے آ رہا ہے۔ پروا نے واضح طور پہ محسوس کیا کہ مما کا کچھ دیر قبل چمکتا چہرہ تاریک سا ہو گیا ہے۔ اگرچہ بہت جلدی انہوں نے خود کو سنبھال لیا مگر پروا نے جیسے ان کا دکھ بھانپ لیا تھا۔

وہ دوبارہ اسے فون کر کے منع کرنا چاہتی تھی کہ اسے نہ لینے آئے وہ میکے میں رہے گی مگر اقراء نے نرمی سے منع کر دیا۔

"اب تم اس گھر کی ہو تمہاری عزت، وجاہت، مان سب تمہارے شوہر کے دم سے ہے اس کے گھر سے ہے۔ تم ضد کرو اس کی اور رات رکنے کا ارادہ ہو تو پھر آ جانا۔"

پروا انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ دل تو اس کا بھی چاہ رہا تھا کہ کچھ دن ممابابا کے پاس رہے اور جی بھر کر نیندیں پوری کرے کوئی ڈسٹرب کرنے والا نہ ہو حتیٰ کہ فیصل بھی نہیں۔ وہ تو شادی کے بعد بے فکری والی نیند کو ترس گئی تھی۔

پروا واپسی پہ چپ چپ سی تھی۔

"میرا بہت دل تھا مما کے پاس رکنے کو مگر آپ لینے آ گئے تو مجھے آنا پڑا۔ شادی کے بعد میں صرف ایک

رات اپنے ممابابا کے پاس رہ سکی ہوں۔" پروا کے لہجے میں خفگی سی تھی۔

"تم رات ممابابا کے پاس رک جاتی تو میں ساری رات نہ سو پاتا۔ تم میری زندگی کا حصہ بن گئی ہو میں نہیں رہ سکتا دور تم سے۔ ایک رات بھی اور آئندہ ضد کرنا۔" اس کے انداز میں قطعیت تھی پروا اسے دیکھ کر رہ گئی۔

✿ ✿ ✿

گھر واپسی پہ پروا نیلم آنٹی کے پاس بیٹھ گئی وہ مما کی طبیعت کا پوچھ رہی تھیں۔ جن کی طبیعت ان دنوں مسلسل خراب چل رہی تھی۔

"اکلوتی اولاد ہو تو تمہارا فرض بنتا ہے ان کی دیکھ بھال کرنا۔" ان کی بات پہ پروا نے سر جھکا لیا۔

ٹی وی لاؤنج سے گزرتے فیصل پہ اس نے خفا خفا نظر ڈالی تھی۔

وہ فریش ہو کر چینج کر چکا تھا۔ بلیک کلر کی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں اس کا دراز قد کسرتی سراپا بڑا نمایاں تھا۔ وہ آ کے پروا کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ نامحسوس انداز میں تھوڑا پرے ہو گئی۔ اقراء کے بارے میں کافی دیر بات ہوتی رہی۔ پھر نیلم سونے چلی گئیں۔ فیصل بھی اٹھ گیا۔ پروا بے مقصد ادھر ادھر کے چکر کاٹتی رہی اور کافی دیر بعد بیڈ روم میں آئی۔ وہ تکیے کے سہارے نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ پروا نے اس کے پاس پڑا دوسرا تکیہ اٹھایا اور قدرے سائیڈ پہ رکھ کر لیٹ گئی۔

"پری! کیا بات ہے؟ خفا ہو واپس آنے کے بعد ایک بار بھی مجھ سے بات نہیں کی ہے۔" وہ اس پہ جھک آیا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ اس کے بازو ہٹا کر دوبارہ پہلے والی پوزیشن پہ لیٹ گئی۔

"کل مجھے ایک بجے کے بعد آفس جانا ہے۔"

"تو میں کیا کروں ایک بجے کے بعد جانا ہے تو۔"

"پتہ تو تمہیں اچھی طرح ہے پری!"

"پلیز مجھے سونے دیں اور پلیز لائٹ آف کر دیں۔"

اس نے بے رخی سے کہتے ہوئے کروٹ بدلی۔

"او کے سو جاؤ ڈونٹ وری۔ میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔" فیصل نے لائٹ آف کر کے ٹی وی بھی بند کر دیا۔

نیند پروا کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کی طرف سے رخ موڑے موڑے کتنے ہی آنسو بے آواز طریقے سے پلکوں کا بند توڑ کر تکیے میں جذب ہوئے تھے۔ کافی دیر گزر چکی تھی۔ اس نے اندھیرے میں ہی ہاتھ بڑھا کر ٹیبل پہ پڑا موبائل اٹھا کر ٹائم دیکھا۔ تین بجنے والے تھے۔ فیصل کی اس کی طرف پشت تھی اور وہ سو رہا تھا۔ وہ بیڈ سے اتری اور چیئر گھسیٹ کر ٹیبل کی طرف چلی گئی۔ ٹیبل لیمپ کی روشنی بڑی دھیمی اور رومان پرور سی تھی۔

اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنی ڈائری اور پین اٹھایا۔ کچھ دیر سوچتی رہی اور پھر لکھنا شروع کر دیا۔ اس عمل کے بعد وہ شانت تھی۔ لکھنے کے بعد اس نے لائٹ بند کر دی اور پہلے کی طرح اپنی جگہ پہ آ کر لیٹ گئی۔ نیند نے جلد ہی اپنی آغوش میں سمو کر سینے سے لگا لیا۔

پروا سمجھ رہی تھی کہ وہ سو رہا ہے۔

وہ ایک پل کے لیے بھی نہیں سویا تھا۔

اس کے سونے کے بعد فیصل نے اس کی ڈائری اٹھائی درمیان میں پین پڑا تھا۔ اس نے کھولی۔ بہت ہی خوب صورت ہینڈ رائٹنگ میں وہ لکھتے لکھتے چھوڑ گئی تھی۔

سب سے اوپر عنوان لکھا تھا سوالیہ نشان۔

وہ عنوان کے نیچے لکھی گئی نظم پڑھنے لگا

چار سو رات کا سناٹا پھیلا ہوا ہے
کچھ موسم سہرے اور پر فضا بھی
گرم گرم سی گھٹی سکاتی
تن من کو جھلساتی
تیری آنکھیں تیری باتیں
رہ رہ کر میرے من سے الجھتی ہیں
میری سوچوں سے لڑتی ہیں
تیرے پیار کی بانہوں میں

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

تیرے پیار کی پناہوں میں
پھر بھی جانے کیوں
کیوں مجھے قرار نہیں

اس نے آہستگی سے ڈائری بند کر دی۔ مڑ کر محو خواب پروا کی طرف دیکھا اور بجائے سونے کے بیڈروم کا دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ وہ پروا سے اپنی ہر بات شیئر کرتا تھا۔ اس وقت اس کے دل پہ بے تحاشا بوجھ تھا مگر یہ بات وہ اس سے بھی چھپانا چاہتا تھا۔ رات کے آخری پہر وہ سویا مگر اپنے بیڈروم میں نہیں بلکہ ٹی وی لاؤنج میں۔

* * *

پروا گیلے بال سلجھا رہی تھی۔ فیصل آج گھر پہ ہی تھا۔

دوپہر کے بعد ہی اسے ڈیوٹی پہ جانا تھا۔ اب وہ کپڑوں کی ہم رنگ چوڑیاں پہن رہی تھی، جب وہ اندر آیا۔

"پروا! اپنے کپڑے اور ضروری چیزیں رکھ لو میں جاتے ہوئے تمہیں انکل کی طرف ڈراپ کر جاؤں گا۔ کچھ دن رہ لو۔ ویسے بھی آنٹی تمہیں بہت مس کرتی ہیں۔" وہ وارڈ روب سے کپڑے نکال کر باتھ روم میں بند ہو گیا۔

مارے خوشی کے وہ اسی وقت اپنے کپڑے رکھنے لگی۔ اس کے لیے یہ تصور ہی جاں فزا تھا کہ وہ مما کی طرف رہنے جا رہی ہے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے طویل قید کے بعد رہائی کا پروانہ مل گیا ہے۔

پروا سب سے پہلے مما کو فون کر کے اپنے آنے کے بارے میں بتانے لگی۔

"مما جانی! میں تو ترس گئی ہوں آپ کے گھر رہنے کے لیے۔ اب تو یاد بھی نہیں ہے کہ میں آخری بار کب وہاں رہی تھی۔ خوب ڈھیر ساری باتیں کروں گی اور پھر رات کو لکھوں گی۔" وہ بولتی چلی گئی۔ فیصل نہا کر باہر آگیا تھا اور اس کی تمام باتیں بھی سن چکا تھا۔ اسے کچھ دن پہلے کی بات یاد آگئی۔

وہ اور پروا اکٹھے لیٹے ہوئے تھے۔ روزانہ کی طرح پروا کا سر اس کے بائیں بازو کے اوپر تھا۔ وہ باتیں کر رہا تھا مگر پروا کا دھیان نہیں اور تھا۔ وہ گستاخیوں پہ اترا تو پروا نے اسے پیچھے ہٹا دیا۔

"فیصل! چھوڑیں مجھے کچھ لکھنا ہے اگر نہ لکھا تو بھول جائے گا۔" وہ اس کی پرجوش قربت کا حصار توڑ کر اس کے پاس سے اٹھ گئی۔

اس وقت فیصل نے اس بات کو اہمیت ہی نہیں دی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیا تھا۔

"پری! میرے پاس بیٹھ کر لکھو تاکہ میں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔" اس وقت وہ شرافت کے جامے میں تھا اور وہ مان گئی تھی۔

ڈائری اور پین اس کے ہاتھ میں تھا اور اس نے فیصل کے کندھے سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ فیصل کا ایک بازو اس کے گرد حمائل تھا۔ دنیا جہان سے بے خبر یہ تو کوئی اور ہی پروا تھی۔ اس کی فسوں خیز قربت سے بے نیاز لکھنے میں مگن۔ بیچ میں کئی بار وہ شرارتوں پہ اترا مگر اس پہ اثر نہیں ہوا۔ تنگ آکر وہ اس سے دور ہٹ گیا۔ جب وہ لکھ کر فارغ ہوئی تب تک وہ سو چکا تھا۔

فیصل نے بھی اس پہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ اس کی ساری باتیں سن چکا ہے۔

"میں گاڑی نکالتا ہوں، آجاؤ۔" بالوں میں برش پھیر کر وہ باہر آگئی۔

پروا نیلم آنٹی اور راحیلہ سے مل کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اس کی غیر معمولی خوشی ان دونوں نے بھی محسوس کی تھی۔

* * *

پروا کو گیٹ پہ اتار کر وہ گاڑی واپس موڑ رہا تھا۔ جب وہ تیز تیز قدموں سے چلتی اس کے پاس آئی۔

"آپ اندر نہیں آئیں گے؟" وہ کھڑکی کے شیشے پہ بازو رکھ کر اس کی طرف جھک کر بولی۔ پروا نے میرون کلر کا بہت خوب صورت سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے گلے پہ

سوٹ کے ہم رنگ بڑے پیارے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ایک دم نگاہ چرائی۔

"نہیں میں لیٹ ہو رہا ہوں پھر کبھی سہی۔"

"آپ رات کو آئیں گے تو نہیں نا؟" وہ تصدیق چاہ رہی تھی۔

"نہیں۔ میں نہیں آؤں گا۔ تم آرام سے آنٹی کے پاس رہو، جب آنے کا موڈ ہو مجھے فون کر دینا۔" وہ اندرونی کش مکش پہ قابو پا کر جتنا ہو سکا نارمل انداز میں بولا۔

"او تھینک یو سو مچ۔ یو آر گریٹ۔" وہ خوشی کے مارے بے قابو ہو رہی تھی۔ اس نے گنگناتے ہوئے ڈور بیل بجائی تھی۔

"یہ شاعر، ادیب، یہ تخلیق کار کتنے عجیب ہوتے ہیں۔ اوپر سے کچھ، اندر سے کچھ۔ مخلوق دنیا کو پیار و محبت، امن کا درس دینے والے اور خود اندر سے نازک جذبات کی قدر نہ کرنے والے۔ پروا انہی نسل کی نمائندہ شاعرہ ہے۔ جس کے بارے میں سب کہتے ہیں کہ جو لوگوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ قلم سے بیان کر دیتی ہے۔ خود کو محبت کا سفیر کہتی ہے اور اندر سے اسے اپنے سب سے قریبی رشتے کے جذبات کا احساس تک نہیں ہے۔ لوگ اسے حساسیت کی دیوی کہتے ہیں اور یہ حساس لوگ خود سے وابستہ لوگوں کے بارے میں اتنے بے رحم کیوں ہو جاتے ہیں۔ کاش یہ لوگ، جو کچھ لکھتے ہیں خود بھی اس کا پاس اور خیال کر لیا کریں۔"

آفس پہنچنے تک وہ انہی خیالات میں گھرا رہا۔

* * *

رات سونے سے پہلے تک بھی پروا کو یقین نہیں تھا کہ وہ اسے لینے نہیں آئے گا۔ رات قطرہ قطرہ گزرتی چلی گئی۔ اور یہ شادی کے بعد پہلی رات تھی جو اس نے فیصل سے دور ہو کر گزاری تھی۔ صبح دیر تک وہ سوتی رہی۔ اقرا نے بھی نہیں اٹھایا۔ دس بجے کے قریب وہ خود ہی اٹھی تو آپی نے اپنے ہاتھوں سے پروا کے لیے ناشتا بنایا۔ سردیوں میں وہ انڈا پراٹھا بڑی رغبت سے کھاتی تھی۔ سو موسم کی مناسبت سے اس کی پسند کا ناشتا تھا۔ اس نے بڑے شوق سے پورا پراٹھا ختم کیا۔ دوپہر کے کھانے میں گاجر کا حلوہ بطور خاص اقرا نے اس کے لیے بنایا۔ آج ڈاکٹر انجم بھی جلدی لوٹ آئے۔

پروا کے لیے تو یہ دن بڑی خوشی کا تھا۔ فیصل آج بھی نہیں آیا تھا۔ سو وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ شادی سے پہلے والی زندگی جیسا لطف آ رہا تھا۔ وہی روز و شب لوٹ آئے تھے۔ اس دوران اس نے ایک نجی مشاعرے میں بھی شرکت کی تھی۔ مشاعرے کی یہ محفل پروا کے ایک پرستار نے سجائی تھی۔ اس مشاعرے میں اس جیسے فن کے اور قدر دان بھی موجود تھے۔ انہی میں جمال صدیقی بھی تھا۔ اکثر مشاعروں میں وہ پروا کو دیکھ اور سن چکا تھا۔ پروا الوز گل کی شاعری اور خوب صورتی کا وہ دل سے معترف تھا۔ مشاعرے کے بعد کھانے پینے کا بھی انتظام تھا۔ اس دوران موقع پا کر جمال صدیقی پروا کے قریب چلا آیا۔ وہ پروا سے اس کی شاعری کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ موضوعات ایسے تھے کہ ناچاہتے ہوئے بھی وہ دلچسپی لینے پہ مجبور تھی۔

"اگر آپ کو برا نہ لگے تو کبھی کبھی آپ سے بات کر لیا کروں؟" وہ بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا جو ماتھے پہ آئے بالوں کو پیچھے کر رہی تھی۔

"کیوں نہیں ضرور کیجیے۔"

"تو پھر اپنا کوئی کانٹیکٹ نمبر دیجیے۔" وہ اچانک بولا تو پروا خاموش سی ہو گئی۔

"نوٹ کریں یہ ہے میرا نمبر۔" اس نے کچھ سوچ کر اپنا نمبر جمال صدیقی کو دے دیا۔

* * *

چار دن گزر گئے تھے۔ فیصل نے ایک بار بھی رابطہ نہیں کیا تھا۔ پروا نے خود ہی اسے فون کیا تو نمبر بند تھا۔ اس کے بعد اس نے سسرال کا نمبر ملایا۔ فون ملازمہ نے ریسیو کیا۔ تراب انکل اور نیلم آنٹی گاؤں گئے ہوئے تھے۔ راحیلہ اپنے بیڈروم میں تھی۔ سو گھر

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے کسی فرد سے اس کی بات نہیں ہو سکی۔

وہ فون بند کر کے بیٹھی ہی تھی کہ فیصل نے اسے کال بیک کی۔

"خیریت ہے۔ آپ ٹھیک تو ہیں؟" سلام کے فوراً بعد پروا نے پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں، تم سناؤ خوب انجوائے کر رہی ہو گی؟"

"ہاں۔ بس۔ لیکن آپ اتنے دن سے کہاں ہیں؟"

"اس وقت تو آفس میں ہوں۔ آج فن کی لی اور دیگر افسران کے ساتھ میٹنگ ہے۔" وہ نارمل انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ نے تو کوئی کال اور میسج تک نہیں کیا چار دن میں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے شکوہ کر ڈالا۔ تھوڑی دیر وہ خاموش رہا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

"ہاں میں بہت بزی تھا۔ دوسرے میں نے سوچا کہ تمہیں ڈسٹرب نہ کروں۔ آرام سے رہو۔" پروا کے تاثرات عجیب سے ہو گئے۔

"آپ کب لینے آئیں گے؟"

"جب کہو گی۔ لیکن میرا دل ہے کہ کچھ دن رک جاؤ۔ ہفتہ دس دن اور میں بھی آج کل بہت بزی ہوں۔ آنے جانے کا کوئی ٹائم نہیں۔ ان چار دنوں میں کسی دن بھی پراپر ریسٹ نہیں کیا ہے۔ میرا اسسٹنٹ بھی نہیں آ رہا ہے۔" وہ جلدی میں تھا اس لیے فون بند کر دیا تھا۔

وہ خالی خالی نگاہوں سے ہاتھ میں تھامے سیل فون کو دیکھنے لگی۔

رات اسے نیند بھی ٹھیک طرح سے نہیں آ سکی۔ نہ ہی وہ کچھ لکھ سکی۔ ذہن کچھ پراگندہ سا تھا۔ کتنی دیر کروٹیں بدلنے کے بعد نیند مہربان ہوئی تھی۔

☆ ☆ ☆

پروا سو کر اٹھی تو آسمان پہ کالے بادل ایک دوسرے کے تعاقب میں بھاگ رہے تھے۔ موسم بہت رومینٹک ہو رہا تھا۔ اس کی طبیعت میں دو دن سے جو عجیب سی بے زاری رچی ہوئی تھی۔ یک دم بھاگ گئی۔ رطابہ بھی صبح سے ادھر ہی تھی۔ ان کے اپنے گھر میں کل سے اس کے ہونے والے ساس سسر آئے ہوئے تھے۔ سو وہ صبح ہی اس کی طرف آ گئی۔ کتنی باتیں تھیں اس کے پاس پروا کو سنانے کے لیے۔

موسم میں یک دم در آنے والی خوب صورتی نے اسے مدہوش کر دیا تھا۔ کچن کی طرف آئی تو رطابہ پکوڑے تل رہی تھی اور مما اس کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

پکوڑے بن گئے تو پروا نے چٹنی بھی بنا لی۔ رطابہ نے چائے کچھ دیر پہلے ہی بنا لی تھی۔ بارش کی ہلکی ہلکی پھوار پڑنا شروع ہو گئی تھی۔ پروا سب کچھ اٹھا کر لان میں لے آئی۔ لان کی کرسیوں پہ بیٹھ کر سائبان تلے انہوں نے چائے کے ساتھ پکوڑے کھائے۔ بارش تیز ہو گئی تھی۔ رطابہ بھی تھوڑی دیر بعد اپنے گھر چلی گئی۔ پروا اکیلی رہ گئی۔ مما پہلے ہی رطابہ کی طرف تھیں۔ اتنا خوب صورت بھیگا بھیگا موسم تھا اس کے خیالات کی رو فیصل کی طرف بہنے لگی۔ پروا کی شادی کے بعد یہ پہلی بارش تھی اور وہ اس ابر آلود موسم کی شروع سے دیوانی تھی۔

"پتا نہیں وہ کیا کر رہے ہوں گے؟" وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔ سات دن ہو چکے تھے اسے میکے آئے ہوئے اور تیسری رات سے اسے نیند ہی نہیں آ رہی تھی۔ کسی کمی کا احساس ہو رہا تھا۔ ابھی اس نے اپنے دل کے اندر جھانک کر دیکھا تو اس کمی کا احساس یقین میں بدل گیا۔

فیصل کی یاد اس موسم میں بری طرح حملہ آور ہوئی تھی۔ اس نے اپنا سیل فون اٹھا کر دیکھا کہ فیصل نے اس رم جھم برستے موسم کے حوالے سے اسے کوئی پیغام بھیجا ہو گا۔ دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔ مما رطابہ کے گھر سے واپس آئیں تو اس نے جانے کی تیاری مکمل کر لی تھی اور پاپا کو فون بھی کر دیا تھا

کہ اسے گھر ڈراپ کر دیں۔ اپنی گاڑی وہ شادی سے پہلے ہی بیچ چکی تھی اور شادی کے بعد جب بھی کہیں جانا ہوتا ڈرائیور چھوڑ آتا یا اگر فیصل فری ہوتا تو وہ اس کے ساتھ ہی آ جاتی۔

پاپا آئے تو اس نے مما کو عجلت میں خدا حافظ کہا اور تقریباً بھاگتی ہوئی گیٹ سے باہر کھڑی گاڑی میں جا بیٹھی۔

☆ ☆ ☆

اس کے اصرار کرنے کے باوجود پاپا نہیں رکے اور اسے ڈراپ کر کے واپس ہو لیے۔ گیٹ سے برآمدے تک پہنچنے میں پروا کے کپڑے بھیگ چکے تھے۔ بارش کی بوچھاڑ خاصی تیز تھی۔ سٹنگ روم میں سب بیٹھے ہنس بول رہے تھے۔ پروا نے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ نیلم نے اسے گلے لگا کر اقراء اور انجم کی خیریت دریافت کی۔ تراب بھی پاس بیٹھے تھے انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"بیٹا! تمہاری کمی بہت محسوس ہو رہی تھی۔ نیلم فیصل سے کہنے لگی تھی کہ جا کر پروا کو لے آئے۔ لیکن میں نے منع کر دیا کہ اتنے عرصے بعد گئی ہے اپنے والدین کی طرف تو سکون سے کچھ دن گزارنے دو اسے۔"

تراب انکل کے انداز میں بالکل پاپا جیسی اپنائیت تھی۔ وہ نہال سی ہو گئی۔

"رابیہ اور حنان نظر نہیں آ رہے ہیں۔" اس نے ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"رابیہ اپنے بیڈ روم میں ہے اور حنان اپنے بزنس کے سلسلے میں کراچی گیا ہوا ہے۔" پھر انہوں نے اس کی نگاہوں کی بے قراری بھانپ لی۔

"فیصل آج کل لیٹ آ رہا ہے۔ دو دن پہلے وہ رات کو گھر بھی نہیں آیا تھا۔ کتنا کہا تھا کہ حنان کی طرح تم بھی بزنس سنبھالو مگر اس نے ایک نہیں سنی۔ ہر وقت دل کو دھڑکا لگا رہتا ہے۔" نیلم ممتا کے ہاتھوں مجبور ایک عام سی عورت لگ رہی تھیں۔ پروا بھی پریشان ہو گئی۔ لیکن خود کو سنبھال کر انہیں تسلی دی۔

"آنٹی! اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے انہیں۔ آپ دعا کیا کریں۔"

"مجھے سچ پوچھو تو فیصل کی طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ تم جیسی باشعور اور محبت کرنے والی حساس شریک حیات اس کے پاس ہے۔ لیکن رابیہ کی طرف سے میں بہت پریشان ہوں۔"

"کیوں کیا ہوا ہے آنٹی؟" ان کے انداز کے غیر معمولی پن سے وہ کھٹک گئی۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ رابیہ کو کیا ہوا ہے۔ شادی کے شروع دنوں سے وہ بہت خوش رہی۔ لیکن فیصل اور تمہاری شادی ہوتے ہی بالکل بدل گئی۔ بے بنیاد باتوں کو جواز بنا کر وہ لڑائی کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ اب تو حنان بھی تنگ آ گیا ہے۔ ہر وقت بیڈ روم میں گھسی رہتی ہے نہ کسی سے زیادہ بولتی ہے نہ کچھ۔"

آج پہلی بار نیلم نے رابیہ کے بارے میں لب کشائی کی تھی۔ محسوس تو پروا بھی کر رہی تھی۔ لیکن کسی سے پوچھنا اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو میں رابیہ سے بات کروں۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا تو نیلم نے فوراً منع کر دیا۔

"نہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ اماں جان گئی ہوئی ہیں میرا کی طرف۔ آ گئیں تو سوچا جائے گا کیونکہ میں نہیں چاہتی رابیہ تمہارے ساتھ کوئی بدتمیزی کرے۔ یہ میں برداشت نہیں کروں گی۔"

"ارے نہیں آنٹی! ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ میں اور رابیہ دوست بھی تو ہیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے پیار سے اس کے بالوں کو سہلایا۔

"آنٹی! ابھی کپڑے بدل کر دُرِ شہوار بھابھی کی طرف سے ہو آؤں۔ کافی دن سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔" وہ ابھی تک دُرِ شہوار کو بھابھی ہی بولتی تھی۔ منگنی سے شروع میں ہوتی ہوئی تھی وہ ابھی بھی بھابھی کہتی تھی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

پروا کی زبان پہ بھی رچی تھی چڑھا ہوا تھا۔

نیلم خوش ہو گئیں۔ وہ اس گھر کے مکینوں کو اپنا ہی سمجھتی تھی‘ جبکہ راجیہ‘ تراب بیگ‘ بہن کی بیٹی ہونے کے باوجود غیروں والا سلوک کرتی تھی۔

"ہاں ضرور جاؤ" وہ بھی کھل اٹھی "تو پوچھ رہی تھی تمہارا اس کے پاس خوش خبری ہے تمہارے لیے۔"

"کون سی خوش خبری؟" وہ بے کلی سے بولی تو نیلم نے محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے خوش خبری بھی سنا ڈالی۔ شادی کے ڈھائی سال بعد دُرِ شہوار پہلی بار امید سے ہوئی تھی۔

پروا کپڑے بدل کر اسی وقت دُرِ شہوار کی طرف آگئی۔ وہ بہت محبت سے ملی‘ پروا نے مبارک باد دی تو دُرِ شہوار کو سلویٰ کا شکوہ یاد آگیا۔

"سلویٰ کا فون آیا تھا پرسوں۔ بہت پوچھ رہی تھی تمہیں اور کہہ رہی تھی کہ تم اتنی سست کیوں ہو گئی ہو۔"

"میں آج ہی اس سے بات کروں گی‘ میں ان دنوں بہت بزی ہوں‘ رزلٹ بھی آنے والا ہے اور ریڈیو‘ ٹی وی پروگرامز کی ریکارڈنگ کے لیے بھی جانا ہے۔" اس نے مصروفیات کی تفصیل بتائی تو دُرِ شہوار نے اسے رشک سے دیکھا۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں جو تم جیسی بھابھی ملی ہے۔ جہاں بھی جاتی ہوں لوگ تمہارا حوالہ دیتے ہیں۔ کتنے لوگ تمہیں اپنے آنگن کا چاند بنانا چاہتے ہوں گے‘ لیکن یہ فیصل بھائی کی گڈ لک ہے کہ پروا لوز لگ جاتی یہ چاند ان کے آنگن میں اترا۔" دُرِ شہوار کے لہجے میں روایتی نندوں والا کوئی جلاپا نہیں‘ بلکہ صرف اس کی محبت بول رہی تھی۔ وہ اندر تک سرشار ہو گئی تھی۔

✿ ✿ ✿

فیصل ابھی تک نہیں آیا تھا۔ پروا چاہتی تو فون کرکے اسے اپنی آمد کا بتا سکتی تھی۔ لیکن وہ اسے سرپرائز دینا چاہتی تھی کہ اچانک اسے سامنے پا کر وہ بہت خوش ہو گا۔ اس کی بے تابیوں اور شدتوں کا تصور کرکے وہ خود سے بھی شرما گئی۔

اس نے وارڈروب سے میرون کلر کا خوب صورت سا سوٹ نکالا۔ یہ کلر اسے بہت پسند تھا۔ اس نے لائٹ سا میک اپ کیا اور دراز بال کھلے چھوڑ دیے۔ رات کے وقت فیصل کبھی بھی اسے بال باندھنے نہیں دیتا تھا۔ اگر بندھے ہوتے تو وہ خود اس کا کیچر اتار دیتا تھا۔

"آپ کو تو پولیس ڈپارٹمنٹ کے بجائے کہیں اور ہونا چاہیے تھا۔" اس کی حد درجہ چاہت سے وہ بھی کبھی خائف ہو جاتی تھی۔

"یری امیری جان‘ یہ نرمی‘ یہ محبت صرف تمہارے ساتھ مخصوص ہے‘ ورنہ اپنے ڈپارٹمنٹ میں‘ میں بہت سخت مشہور ہوں۔ تم شکر کیا کرو اس بات پہ کہ میں گھر میں پولیس آفیسر والا سلوک نہیں کرتا۔" وہ شرارت سے کہتا‘ یاد آتے ہی پروا کے لبوں پہ مسکراہٹ آگئی۔ مہندی اس نے کل ہی رطابہ سے لگوائی تھی۔ ابھی اپنے اوپر ڈھیر سارا پرفیوم اسپرے کرنے کے بعد اس نے کمرے کو بھی ایئر فریشنر سے مہکا دیا۔

اب اسے شدت سے فیصل کا انتظار تھا۔ پورے ایک ہفتے بعد اسے دیکھنے اور ملنے کا تصور ہی کتنا جان فزا تھا۔ اس چند دن کی دوری نے سب محسوسات کو کتنا بڑھاوا دیا تھا۔ اس کا انتظار کرتے کرتے جانے کب پروا کی آنکھ لگی‘ اسے خبر نہیں ہوئی۔

فیصل کی آمد پہ چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ دو بج گئے تھے۔ چوکیدار خود بھی اونگھ رہا تھا۔ ہلکی بارش اب بھی جاری تھی۔ اس نے بیڈ روم کا دروازہ کھولا تو اندر زیرو پاور کا بلب جل رہا تھا اور پروا محوِ خواب تھی۔ اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔ وہ بیڈ کے قریب کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ پروا کے کھلے دراز بال اس کے دونوں سائیڈ پہ بکھرے ہوئے تھے اور آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ ایک پل کے لیے اس کا دل چاہا کہ اس کے بکھرے بالوں کو اس کے چہرے سے ہٹا دے‘ مگر دل کو اس نے سمجھا لیا۔

وہ چینج کرکے اس کے قریب لیٹا تو پروا نے اس کی طرف کروٹ لی۔ وہ تھوڑا پرے ہو گیا۔ پروا کی حسیات اس کے معاملے میں بہت تیز تھیں۔ اس کی آنکھ خود بخود ہی کھل گئی تھی۔

"آپ کب آئے ہیں؟" اس کا نیند میں ڈوبا ذہن کچھ ہی دیر میں بیدار ہو گیا۔

"چند منٹ پہلے۔" وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔ "تم پلیز سو جاؤ۔" اس نے کروٹ بدل لی۔

"آپ سلا دیں نا!"

"مجھے خود نیند آرہی ہے‘ سو جاؤ۔" پروا اس کے قریب آگئی۔

"میں نے اپنی جگہ سونا ہے۔" اس وقت وہ بہت ضدی ہو رہی تھی۔

پروا نے اس کے سینے میں منہ چھپا لیا تھا اور دوسرا ہاتھ اس کے اوپر رکھ دیا تھا۔

"فیصل! میں نے آپ کو بہت مس کیا‘ رات کو بہت دیر سے سوتی تھی۔"

"کیوں؟"

"آپ جو میرے پاس نہیں تھے اس لیے۔" پروا کے بے ساختہ اظہار نے اسے سرشار کر ڈالا۔ بارش کا جو خول اس نے چڑھایا ہوا تھا آہستہ آہستہ ٹوٹنے کے قریب تھا۔

"نیند تو تمہیں اب بھی نہیں آئے گی۔"

"کیوں‘ اب کیوں نہیں آئے گی؟"

"اب میں جو پاس ہوں‘ سونے دوں گا اتنی آسانی سے۔" پروا نے مسکراتے ہوئے نظریں چرا لیں۔

✿ ✿ ✿

پروا کا رزلٹ آؤٹ ہو چکا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس نے اپنی سابقہ پوزیشن برقرار رکھی تھی۔ اپنے ڈپارٹمنٹ میں اس نے سیکنڈ پوزیشن لی تھی۔ راجیہ بیگم بہت خوش ہوئی تھیں۔

نیلم اور تراب افغاری کے سب جاننے والے پروا کے حوالے سے انہیں مبارک باد دے رہے تھے۔ ادھر اس کے میکے سے بھی اقرا اور انجم آئے ہوئے تھے۔ سلویٰ نے فون کرکے اس کی کامیابی کی خوشی کو دوبالا کر دیا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت اسے عمل صدیقی کے فون کرنے سے ہوئی۔ اس نے بڑے خلوص سے اسے مبارک باد دی تھی اور آئندہ کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کیا تھا۔ اس نے بذریعہ ٹی سی ایس سے پروا کو پھول اور مٹھائی بھی بھجوائی۔ پروا کے دل میں چور نہیں تھا۔ اس کے پرستاروں میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔ جس میں عورت‘ مرد کی تخصیص نہیں تھی۔

ساتھی شعراء نے اور عرفان جلال نیازی نے امتحان میں پروا کی کامیابی کو اپنے انداز سے سلیبریٹ کیا۔ عرفان جلال نیازی نے پروا اور دیگر شعراء سمیت اپنے گھر مدعو کیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جو انہوں نے اسے اپنے گھر بلایا تھا۔ ان کا چھوٹا سا مشاعرے کا بھی پروگرام تھا۔ پروا کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے فیصل کو بھی چلنے کا کہا‘ مگر وہ بہت بزی تھا۔

اس کی ماتحتی میں جو نیا عملہ آیا تھا‘ ان میں سے ایک لائبہ رحمان بھی تھی۔ بطور اے ایس پی وہ اپائنٹ ہوئی تھی اور خطرناک حد تک وہ مغرور تھی۔ ایس پی اظفر شاہ نے بطور خاص اس سے سفارش کی تھی کہ لائبہ پہ توجہ دینا‘ اس کی نئی نئی جاب ہے‘ کچھ زیادہ پتا نہیں ہے اسے اور نہ ہی اس فیلڈ کے اتار چڑھاؤ سے یہ واقف ہے۔

لائبہ رحمان‘ اظفر شاہ کے دوست کی بیٹی تھی‘ اس لیے وہ بھی اس کی سفارش پہ مجبور تھے۔ کچھ ہی دنوں میں فیصل کو اندازہ ہو گیا کہ لائبہ رحمن کو شروع سے ایک ایک بات سمجھانی ہو گی۔

وہ اس شوق میں اس فیلڈ میں آئی تھی۔ فیصل نے پہلے دن جب اس سے پوچھا کہ یہ پروفیشن منتخب کرنے کی کوئی خاص وجہ‘ تو اس نے بڑی بے نیازی سے بتایا کہ "سمز میں نے کچھ موویز دیکھیں‘ جن کا مین کریکٹر پولیس والا مین تھی۔ میں نے تب ہی سوچ لیا تھا کہ مجھے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑھ کر وہ ٹیلی ویژن پر فارمنٹ میں جاتا ہے حالانکہ ہماری فیملی میں اکثر لوگ ڈاکٹر یا وکیل ہیں۔ لیکن مجھے نہیں پسند، سو میں اس طرف آگئی۔" فیصل کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

شروع میں لائبہ بہن سیریس تھی کیونکہ اسے پتا تھا کہ یہ جاب اس کی ضرورت یا مجبوری نہیں ہے۔ لیکن فیصل کی ماتحتی میں کام کرتے کرتے اسے دلچسپی پیدا ہو چلی تھی۔ اس کی غیر سنجیدگی دم توڑ رہی تھی۔ اور فیصل اس کایا پلٹ پہ بہت خوش تھا۔ اسے اب یقین ہو چلا تھا کہ لائبہ رحمان بہت ترقی کرے گی کیونکہ اس میں سیکھنے کی صلاحیت موجود تھی۔

٭ ٭ ٭

پروا فیصل سے خفا سی تھی کیونکہ اس نے عرفان بابل نیازی کے گھر جانے سے معذرت کرلی تھی۔ اس کے حلقہ احباب میں سے بہت سے لوگوں نے فیصل کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ ان سب سے اسے ملوانا چاہتی تھی۔ درپردہ اس کے پیچھے فخر و ناز کا جذبہ کارفرما تھا کہ اس جیسا شاندار مرد اس کا شوہر ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اسے اکیلے ہی جانا پڑے گا۔ لیکن اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب رابیہ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔

پروا کو اور کیا چاہیے تھا۔ رابیہ نے خود آمادگی ظاہر کی تھی۔ بڑے عرصے بعد وہ خوش گوار موڈ میں نظر آئی تھی۔ ورنہ پروا کے ساتھ اکثر اوقات وہ مخصوص انداز میں طنزیہ لہجہ اپنائے رکھتی۔

عرفان بابل نیازی کا گھر کافی کشادہ اور سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ یہ سارا سلیقہ ملازموں کا مرہون منت تھا۔ ورنہ اس پہ ہوتا تو گھر کسی کباڑ خانے کا نقشہ پیش کر رہا ہوتا۔

جمال صدیقی بھی عرفان بابل نیازی کے مہمانوں میں شامل تھا۔ رابیہ پروا کی پذیرائی پہ ایک بار پھر اندر ہی اندر جل رہی تھی اور اس وقت کو کوس رہی تھی جب اس کے ساتھ یہاں آنے کی ہامی بھری تھی۔

جمال صدیقی موقع پا کر پروا کے پاس آگیا۔ "میں نے کوریئر سروس سے آپ کی کامیابی پہ پھول اور مٹھائی بھجوائی تھی؟"

"جی ہاں! مجھے مل گئی تھیں دونوں چیزیں۔ لیکن مٹھائی تو مجھے کھلانی چاہیے تھی۔"

"ایک ہی بات ہے۔ ہاں اگر مٹھائی کھلانے پہ بضد ہیں تو پھر آپ کو میری ایک بات ماننا ہوگی۔" جمال صدیقی کچھ دیر کے لیے قصداً خاموش ہو گیا اور پروا کے چہرے پہ اپنی مرضی کے تاثرات تلاش کرنے لگا تو وہ جلدی سے بول پڑی۔

"کون سی بات؟"

"میں اگر آپ کو پی سی میں لنچ پہ انوائیٹ کروں تو میری دعوت قبول کریں گی آپ؟" پروا کا پورا کا پورا سراپا مسلسل اس کی نظروں کی گرفت میں تھا۔

"یہ بہت مشکل ہے۔ میں اپنے ہزبینڈ سے پوچھ کر بتاؤں گی۔" پروا نے صاف انکار کردیا تو وہ پھر بھی باز نہیں آیا۔

"ایک تو یہ بڑی خرابی ہے گلاب کے ساتھ کوئی نہ کوئی کانٹا لگا ہی ہوتا ہے۔" اس کے گہرے طنز کو پروا اچھی طرح سمجھ گئی تھی اور اسے برا بھی لگا تھا۔

"یہ کانٹا ہی تو گلاب کا محافظ ہوتا ہے، یہ کانٹا نہ ہو تو پھول کی قدر و قیمت کون جانے۔" پروا نے بڑے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں اس کا وار اس کو لوٹایا مگر اس نے ذرا بھی برا نہیں مانا۔

"صرف حسین ہی نہیں ذہین بھی ہو اور حسن و ذہانت جہاں اکٹھے ہو جائیں وہاں ہم جیسے کمزور دل لوگ خود کو کیسے سنبھالیں۔" جمال صدیقی اب کھل کر سامنے آگیا تھا۔

"جمال صاحب! یہ حسن و ذہانت اب کسی اور کی ملکیت ہے۔ ہر کوئی اس پہ حق نہیں جتا سکتا۔" وہ غصے سے کھول اٹھی تھی۔

"معلوم ہے۔ سب معلوم ہے، لیکن اگر..." جمال صدیقی کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا اور پروا آگے چلی گئی تھی۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس کی پچھلی کرسی پہ بیٹھی

رابیہ اس کے اور جمال صدیقی کے مابین ہونے والی گفتگو سن چکی ہے۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ پروا کے ساتھ آنا بالکل ہی فضول نہیں گیا تھا۔

٭ ٭ ٭

"پروا! لوگ تمہیں اتنا پسند کرتے ہیں۔ مجھے آج پتا چلا ہے۔" رابیہ رشک و حسد سے کہہ رہی تھی۔

"مجھے نہیں رابیہ! بلکہ میری شاعری کو۔" اس نے تصحیح کرنا چاہی۔

"شاعری کے ساتھ ساتھ تم خود بھی تو خوب صورت ہو اور اس بات کا تمہیں ایڈوانٹیج ملتا ہے۔ مانو یا نہ مانو۔"

"لیکن رابیہ! مجھ میں تخلیقی جوہر نہ ہوتا تو میری خوب صورتی کو کسی نے نہیں پوچھنا تھا۔"

"یہ تو نہ کہو۔ آج بہت سے لوگوں کو میں نے تمہارے ارد گرد منڈلاتے دیکھا تھا جن میں وہ گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں براؤن بالوں والا ڈیشنگ سا مرد بھی تھا۔" پروا کو دل میں تسلیم کرنا پڑا کہ رابیہ کی نگاہ بہت گہری ہے۔

"ہاں۔ وہ جمال صدیقی ہے۔ کسٹم آفیسر ہے۔ اکثر مشاعروں میں آتا رہتا ہے۔" اسے کچھ نہ کچھ بتانا ہی تھا۔

"ہاں تو عرفان بابل نیازی بتا رہے تھے کہ تمہارا بہت بڑا پرستار ہے۔" رابیہ نے اندھیرے میں تیر چھوڑا تھا جو نشانے پہ بیٹھا۔ پہلی بار پروا گھبرائی کیونکہ رابیہ سے کبھی کبھی اسے بہت خوف محسوس ہوتا تھا۔ اس نے اکثر نوٹ کیا تھا کہ جب وہ اور فیصل اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے ہیں یا ہنس بول رہے ہوتے ہیں تو اس نے رابیہ کی نگاہ ترستے ہوئے حسرت آمیز انداز میں ان کا طواف کر رہی ہوتی ہے۔ فیصل سے اس نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ لیکن دل میں سوچتی ضرور تھی۔

"ہاں! جمال صدیقی میری شاعری کو بہت پسند کرتا ہے۔" اس نے کہہ کر اپنی جان چھڑائی اور رابیہ کے پاس سے اٹھ گئی۔

٭ ٭ ٭

پروا کے ٹی وی پروگرام کی ریکارڈنگ چل رہی تھی۔ اس سلسلے میں اسے روزانہ ٹی وی اسٹیشن جانا پڑتا۔ اس پروگرام میں اس کی شاعری کے حوالے سے اس سے گفتگو کی گئی تھی اور ساتھ اس کا کلام دو معروف گلوکاراؤں کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا تھا۔ آج ریکارڈنگ کا آخری دن تھا۔ فنی آلات میں خرابی کی وجہ سے ریکارڈنگ میں کافی دیر ہو گئی تھی۔ اسٹوڈیو میں تو وقت کا اندازہ نہیں ہوا۔ لیکن جب وہ ٹی وی اسٹیشن سے باہر نکلی تو کالی رات ہر سو پھیل چکی تھی۔ موسم بھی سرد اور ابر آلود تھا۔

اس نے حنان بھائی کو کال کی کہ اسے ٹی وی اسٹیشن سے پک کرلیں۔ کیونکہ فیصل تین دن سے لیٹ آرہا تھا۔

پروا حنان کے ساتھ گھر پہنچی تو سب سے پہلے ہی فیصل سے ہی سامنا ہوا۔ اس نے سلام کیا۔ مگر اس نے یوں ظاہر کیا کہ جیسے سنا ہی نہ ہو۔ اس نے دوبارہ سلام کیا تو اس بار اس نے اسے غصے سے دیکھا۔

"یہ وقت ہے تمہارے آنے کا؟"

"سوری۔ ریکارڈنگ میں دیر ہو گئی تھی۔"

"تمہیں گھر کا اور میرا ہوش بھی ہے کہ نہیں یا صرف اپنی شہرت اور شاعری کی ہی پڑی ہوئی ہے۔ میری فیملی کی کوئی عورت اس طرح گھر سے نہیں نکلی۔ میں نے تم پہ کوئی پابندی نہیں لگائی۔ صرف اس وجہ سے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن اس محبت کا تم کو ناجائز فائدہ اٹھانے نہیں دوں گا۔ یاد رکھنا! عورت کے لیے اس کا شوہر اور گھر پہلے نمبر پہ ہوتا ہے۔ جو عورتیں اس کا خیال نہیں رکھتیں، ان کے گھر ٹوٹ جاتے ہیں۔"

آج پہلی بار پروا نے اسے یوں غصے میں دیکھا تھا۔ فیصل کی آواز بلند ہو گئی تھی۔ رابیہ بھی دروازے پہ آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

پروا نے اسے [illegible] ہوئی اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

صد شکر کہ تراب اور نیلم گھر پہ نہیں تھے، ورنہ فیصل کو اس قدر غصے میں دیکھ کر جانے کیا مطلب لیتے۔

فیصل کھانا کھا کر کافی دیر بعد بیڈ روم میں آیا۔ ملازمہ دوبار پروا کو کھانے کے لیے بلانے آئی، مگر پروا نے بھوک نہ ہونے کا بہانہ کر کے اسے ٹال دیا۔

پروا کو پورا یقین تھا، ابھی کچھ ہی دیر میں فیصل کو اپنے غصے کی بدصورتی کا احساس ہوگا اور وہ اسے سوری کرنے آئے گا۔

لیکن آکے وہ لیٹ گیا۔ پروا اب بھی رو رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی اسے چپ کروانے کی کوشش نہیں کی اور نہ کھانے پہ اصرار کیا۔

ہچکیوں سے پروا کا سارا وجود ہل رہا تھا، مگر آج فیصل بے حس بنا ہوا تھا۔ دل کے سارے درد کو اس نے نظم کے سپرد کر دیا۔

زہر بجھے لفظوں سے
نوکیلے لفظوں سے
اپنے تیز لفظوں سے
تو نے مجھ کو آج
چھلنی چھلنی کردیا ہے
تو نے مجھے ریزہ ریزہ کردیا ہے
مجھے اپنے ہی آنسوؤں کی قبر میں
تو نے زندہ دفن کردیا ہے
تو نے زندہ دفن کردیا ہے

وہ لکھنے پہ آئی تو لکھتی چلی گئی۔ اس نظم کا عنوان اس نے "بارہ دسمبر کی رات" رکھا تھا۔ یہ رات اسے کبھی بھولنے والی نہیں تھی۔ محبت کرنے والے فیصل کا یہ نیا روپ اس جیسی حساس دل لڑکی کے لیے کتنا اجنبی اور ناقابل برداشت تھا۔ آج اس نے پروا کے لیے اپنے دل کے دروازے اور بازو دونوں نہیں کھولے تھے۔ پروا کی سائیڈ پہ وہ خود پھیل کر لیٹا ہوا تھا۔ وہ بھی اپنا تکیہ اٹھا کر صوفے پہ چلی آئی۔

رات کے کسی پہر فیصل کی آنکھ کھلی تو نیند میں اس کے بازوؤں نے پروا کو ڈھونڈا۔ وہ بیڈ پہ ہوتی تو ملتی۔ تب فیصل کے حواس پوری طرح جاگ گئے۔ صوفے پہ اسے سوتے دیکھ کر فیصل کو سب یاد آگیا۔

"پروا صاحبہ! یہ تمہاری بھول ہے کہ میں تمہیں مناؤں گا۔" کروٹ بدل کر وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔

٭ ٭ ٭

تراب لغاری کے پرانے ملازم رحمت کے بیٹے کی گاؤں میں شادی تھی۔ اس نے مالکوں سے بھی اپنی خوشیوں میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی۔ رحمت برسوں پرانا ملازم تھا۔ گاؤں میں تراب لغاری کی زمینیں سنبھالنے اور مزارعوں سے کام لینے کی ذمہ داری رحمت کے بیٹے کی ہی تھی۔ منورا بیگم کے بیاہ کی وجہ سے تراب لغاری نے اپنا گاؤں اور آبائی زمینوں سے بالکل ہی ناتا توڑا نہیں تھا۔ مہینے میں ایک دو بار وہ خود بھی گاؤں کا چکر لگا لیتے تھے۔ اس بار تو رحمت نے خصوصی دعوت دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے پورے گھر کو تیار کیا تھا۔ وز شہوار اور بابر بھی جا رہے تھے۔ فیصل لغاری کو تین چھٹیاں بہت عرصے بعد ملی تھیں، سو وہ بھی جا رہا تھا۔ رہی پروا تو وہ پہلی بار گاؤں جا رہی تھی۔ وہ شہر میں پیدا ہوئی اور پلی بڑھی تھی۔ کسی گاؤں میں جانے کا پہلا موقع تھا اور وہ سب کچھ بھول کر تیاری کر رہی تھی۔

راجیہ جانا تو نہیں چاہتی تھی، مگر ماموں کا حکم تھا کہ رحمت کے بیٹے کی شادی میں سب چلیں گے۔ وہ مجبوری کے تحت جا رہی تھی۔

جمعہ کی شام کو سب اکٹھے ہو کر اپنی اپنی گاڑیوں میں نکلے تھے۔ پروا فیصل کے ساتھ آگے بیٹھنے کے بجائے پیچھے بیٹھی تھی۔

پورا راستہ وہ باہر کے مناظر میں گم رہی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔

سیب اور انار کے باغ کے بالکل ساتھ جو عمارت بنی

تھی اس میں ان سب کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

رحمت کے بیٹے نے ان کے آنے سے پہلے ہی گھر کی صفائی کروائی تھی۔ گھر کافی پرانا تھا، لیکن اب بھی زمانے کے لحاظ سے اس میں چند ضروری تبدیلیاں تراب لغاری نے کچھ عرصہ پہلے ہی کروائی تھیں۔

رات کا کھانا رحمت کے گھر تھا۔ دیسی گھی میں پکا ساگ اور تندور کی موٹی روٹیاں اور مٹر والے چاول ان سب نے ہی پیٹ بھر کر کھائے۔

کل رحمت کے بیٹے کی بارات، پرسوں ولیمہ اور پرسوں ہی ان کی واپسی تھی۔ آج رحمت کے گھر رت جگا تھا۔ موسم بہت سرد اور ٹھنڈا تھا۔ سردی سے نمٹنے کے لیے کوئلے کی انگیٹھیاں سلگا کر رکھی گئی تھیں۔ جس جگہ وز شہوار، پروا، راجیہ اور نیلم بیٹھی تھیں، وہاں رحمت کی بیوی نے بطور خاص ان کے لیے انگیٹھی سلگا رکھی تھی۔ پروا کو یہ سب بہت رومینٹک لگ رہا تھا۔ تراب لغاری تو جلدی سونے چلے گئے۔ البتہ بابر، عثمان اور فیصل لڑکیوں کے ساتھ ہی تھے۔ یوں سب ایک سائیڈ پہ تھے۔

اور مہمان بھی جمع تھے۔

واجد کی بیوی راشو کی آواز بہت اچھی تھی۔ عورتوں کی فرمائش پہ اس نے بہت سے ماہیے سنائے۔

بہت سے پنجابی گانے اسے ازبر تھے۔ عورتیں دلچسپی سے اسے سن رہی تھیں۔ سب سے پرجوش پروا تھی۔ ساری عمر پنڈی جیسے گنجان آباد شہر میں گزار کر آج دیہات کی خالص اور کھلی فضا میں آکر اس نے جیسے ایک نئی دنیا دریافت کی تھی۔ رات کے قطرہ قطرہ بھیگتے سناٹے میں راشو کی آواز ڈھولکی پہ سحر پھونک رہی تھی۔

میں تے میرا دلبر جانی
بلیاں نے پیار کہانی
ساہواں آج آیا اے طوفان
موسم ہویا اے بے ایمان

میں تے میرا دلبر جانی
(میں اور میرا محبوب ہیں۔ ہمارے ہونٹوں پہ پیار کی کہانی ہے۔ سانسوں میں طوفان کی کیفیت ہے اور موسم بھی بے ایمان ہو رہا ہے۔)

راشو نے نیا نغمہ چھیڑا تھا۔ اس کے بول پروا کو متوجہ کر گئے تھے۔

تیرے ہتھ وچ ہتھ نے میرے
ہر پاسے اگ بل دی جاوے
میں سڑ جل کے عمر گزاراں
پیار نوں کوئی آنچ نہ آوے
تتیاں نے سرد ہواواں
تینوں میں کی سمجھاواں
بن دا ایں کاہنوں انجان

(تمہارے ہاتھ میں میرے ہاتھ ہیں اور ہر طرف آگ جل رہی ہے۔ میں جل بھن کر عمر گزار دوں اور پیار پہ آنچ نہ آنے دوں۔ سرد ہوائیں گرم ہیں۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں تم کیوں انجان بن رہے ہو۔)

پروا کے اندر بھی ویسی ہی آگ سلگنے لگی تھی۔ فیصل سامنے بابر کے ساتھ ہی تو بیٹھا تھا۔

راشو کے گائے نغمے کے بولوں نے اس کے من اندر سلگتی آگ کو کچھ اور بھی بھڑکا دیا تھا۔

تاروں بھری سرد رات کھلے آسمان تلے شامیانے، جسم کو حرارت دیتی کوئلے کی انگیٹھیاں، دیہات کی مخصوص فضا اور راشو کی گہری بھاری، دلکش آواز ان سب نے مل کر پروا کو کچھ اداس سا کر دیا تھا۔ فیصل کو ان ساری خوب صورتیوں کا کیوں احساس نہیں ہو رہا تھا؟ کیوں وہ اس سے لاتعلق بنا ہوا تھا؟ ایک چھوٹی سی بات پہ کوئی اس طرح بھی روٹھتا ہے؟

خنک رات جوں جوں آگے بڑھ رہی تھی اور بھی سرد ہو رہی تھی۔ وز شہوار گرم کپڑوں اور سوئٹر میں ملبوس ہونے کے باوجود کانپ رہی تھی۔ کوئلوں کی حدت کب کی ختم ہو چکی تھی۔ اس نے اشارے سے بابر اور فیصل بھائی کو چلنے کا اشارہ کیا۔ رات بھی کافی ہو گئی تھی اور راشو بھی تھک گئی تھی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

باوجود پروا کی دلچسپی اور اشتیاق دیکھ کر خاموش بیٹھا تھا ورنہ سردی سے دانت اس کے بھی بجنے لگے تھے۔

رات پروا کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں' اس نے شکر کیا کہ سب یہاں سے اٹھے۔ واپسی پہ باغ کے پاس سے گزرتے ہوئے پروا چند لمحے کے لیے رک گئی تھی۔ سیبوں اور اناروں کی ملی جلی خوشبو فضا کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ چاندنی میں نہائی ہوئی رات اسے بے ساختہ اپنی طرف بلا رہی تھی۔ فیصل کی خفگی کا ڈر نہ ہوتا تو وہ تھوڑی دیر کے لیے یہاں ضرور رکتی۔ مگر ہاتھوں کو جو خنکی آ رہی تھی ناچار اسے بھی قدم بڑھانے پڑے۔

فیصل نائٹ گاؤن پہن کر باتھ روم سے باہر آیا تو وہ بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔ اس نے جونہی برش رکھا تو فیصل جو اس کے پیچھے کھڑا تھا اس نے برش اٹھا لیا' وہ اس کے ہٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔ پروا نے اپنی انا کے سر پہ پاؤں رکھ دیا۔

"بہت ناراض ہیں کیا؟ ابھی تک غصہ نہیں اترا ہے؟" اس نے اپنی نازک بانہیں فیصل کے گلے میں حمائل کر دیں۔

"پلیز بولیے نا! میں اس ناراضی سے تنگ آ گئی ہوں۔" فیصل نے اس کے بازو ہٹا دیے۔

"سو جاؤ' مجھے نیند آ رہی ہے۔" اسی کی طرح اس کا لہجہ بھی سرد تھا۔ پروا بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے کوئی نیند نہیں آ رہی ہے' آج بہت سی باتیں کریں گے جو میں اب تک کہہ نہیں پائی ہوں۔" پروا کا لہجہ بہت دھیما اور آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔

"میں سونا چاہتا ہوں' پلیز۔"

"میں نے تمہیں سونے دیا۔" پروا پہلی بار ضد پہ اتری تھی۔ اب وہ تیکھے اور کڑے تیوروں سے اسے گھور رہی تھی۔ فیصل کے لبوں پہ مسکان آ گئی جو اس بات کا ثبوت تھی کہ اس کی ناراضی ختم ہو چکی ہے۔ لیکن اسے مسکراتے دیکھ کر پروا کی آنکھوں میں موتی چمکنے لگے تھے۔ فیصل نے بڑی نرمی سے اس کا سر سینے سے لگا لیا۔

"پری! تم سے شادی کر کے میں خود بھی بہت اداس تھا۔ لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں شہرت کی چمک دمک تمہیں مجھ سے چھین نہ لے۔ میں ڈرتا ہوں اس بات سے۔ مجھے پتا ہے تم صرف میری ہی ہو۔ لیکن تمہارے بہت سے پرستار ہیں' بہت چاہتے ہیں تمہیں۔ اور میں کبھی اس بات کو پسند نہیں کروں گا کہ کوئی تمہیں میری طرح چاہے۔"

وہ اس حد تک حساس تھا' اسے آج پتا چلا تھا' وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔

"نہیں فیصل! پرستاروں کی محبت اپنی جگہ' میں آپ سے جدا ہونے کا تصور تک نہیں کر سکتی۔ آپ کی محبت کے ہوتے مجھے اور محبتوں کی ضرورت نہیں ہے اور کوئی بھی مجھے آپ سے نہیں چھین سکتا۔ مجھے آپ بہت عزیز ہیں۔"

"پری! بس اپنے گھر کا اور میرا خیال رکھنا۔"

"میری اولین ترجیح میرا گھر ہی ہے۔" وہ فیصل کے بائیں بازو پہ سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔

"آپ نے راشو کو سنا' کتنی پیاری آواز تھی۔" یاد آنے پہ پروا ایک دم اٹھ بیٹھی۔

"میں تو صرف تمہیں دیکھ رہا تھا کہ میری بیوی آج کتنی خوش ہے اور انجوائے کر رہی ہے۔ ویسے کیا گا رہی تھی وہ؟" فیصل دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

مکھ سے میرا لو ہر جانی
ساتواں باج گیا اے طوفان
موسم ہو یا اے بے ایمان

"پری! موسم تو واقعی بے ایمان ہے۔" وہ اس کے بالوں کو بکھراتے ہوئے شروع ہوا جا رہا تھا۔ لیکن وہ پرے سرک گئی۔

"جی نہیں۔ اتنے دنوں تک مجھ سے ناراض رہے' مجھے پریشان کیا۔"

"میں خود بھی تو پریشان رہا نا!" وہ بڑا معصوم بنا ہوا تھا۔ پروا کو ہنسی آ گئی تو وہ بھی شیر ہو گیا۔

✿ ✿ ✿

پاپا نے اسے یہ روح فرسا خبر سنائی تھی کہ مما کو برین

ٹیومر ہے اور وہ آخری اسٹیج پہ ہے۔ جس طرح وہ تڑپ تڑپ کر روئی سب کو پریشان کر دیا۔ نیلم نے فیصل سے کہا کہ پروا کو کچھ دنوں کے لیے میکے چھوڑ آؤ' تاکہ اپنی ماں کے پاس رہ سکے۔ اس نے فوراً اہتمام کیا۔

اقراء ان دنوں بھی ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھیں۔ ریاض احمد نے بتایا تھا کہ علاج کو یہ سب پاس انگلینڈ لے آئے تھے' یہاں علاج کی بہترین سہولیات ہیں۔ مگر اب اس کا فائدہ نہیں تھا کیونکہ اقراء کی بیماری حد سے بڑھ گئی تھی۔ پروا دن رات مما کے پاس تھی' انہیں اپنی بیماری کا علم ہو چکا تھا اور وہ بڑی بہادری سے اس کا مقابلہ بھی کر رہی تھیں۔ لیکن قدرت کی دی ہوئی مہلت ختم ہو چکی تھی۔ ایک صبح وہ بڑی خاموشی سے ابدی سفر پہ روانہ ہو گئیں۔

پروا کو ظاہر ہے ماں کی دائمی جدائی سے بہت بڑا شاک لگا تھا۔ اس موقع پہ ڈاکٹر وسیم اور پروا کو تراب لغاری' نیلم' فیصل اور اس کی پھپھو کی فیملی نے ہی سنبھالا۔ خاص طور پہ صفورا بیگم تو شروع میں پروا کے ساتھ اس کے میکے میں ہی رہیں۔ فیصل دن رات اس کی دلجوئی کرتا۔ اقراء کے چالیسویں کے بعد وہ اسے گھر لے آیا۔ اس کی بھرپور محبتوں نے اسے اس کڑوی حقیقت کو قبول کرنے میں مدد دی۔ اور وہ معمول کی زندگی کی طرف لوٹنے لگی۔

✿ ✿ ✿

لیورپول میں پاکستانیوں کی ایک انجمن نے بڑے پیمانے پہ مشاعرے کا اہتمام کیا تھا۔ اس سلسلے میں پاکستان سے پروا اور کئی سینئر اور شعراء کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ مشاعرہ ویک اینڈ میں ہو رہا تھا۔ آنے جانے کے ٹکٹ اور رہائش کا انتظام اس انجمن کے ذمے تھا۔ پروا کا دعوت نامہ اور ٹکٹ بھی اس تک پہنچ چکا تھا۔ فیصل کا دل نہیں چاہ رہا تھا اسے خود سے اتنی دور بھیجے۔ پروا کی مقبولیت اور شہرت بڑھتی جا رہی تھی' اب تو وہ ایک مستند شاعرہ تسلیم کی جانے لگی تھی۔ یہ مقبولیت اور شہرت اس نے بہت کم عمری میں حاصل کر لی تھی۔

جوں جوں وہ مقبولیت کے زینے طے کر رہی تھی' توں توں فیصل کے خدشات بڑھتے جا رہے تھے۔

تراب لغاری اور نیلم بیگم نے پروا پہ کوئی پابندیاں عائد نہیں کی تھیں۔ ان کے لیے یہ بات فخر کا باعث تھی کہ ان کی بہو مقبول شاعرہ ہے۔ فیصل بھی تنگ ذہن کا مالک نہیں تھا۔ لیکن اب کچھ عرصے سے پروا کے معاملے میں وہ بہت حساس ہوتا جا رہا تھا۔

اور پھر وہ پہلی بار ملک سے باہر کسی مشاعرے میں جا رہی تھی تو لازمی بات ہے بہت خوش تھی۔ لیکن فیصل بجھا بجھا سا تھا۔ صرف پروا کی خوشی کی خاطر وہ خاموش تھا۔

جب وہ پروا کو چھوڑنے ایئرپورٹ جا رہا تھا تو بہت چپ چپ تھا۔ پروا اپنی خوشی میں اس کی یاسیت کو محسوس ہی نہیں کر پائی تھی۔

"پروا! میں پھر کہتا ہوں کہ اپنے گھر کو اور مجھے یاد رکھنا۔" جب وہ اسے ڈراپ کر کے واپس آنے لگا تو کہا۔

"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ پہلے نمبر پہ آپ اور میرا گھر ہی ہے۔" پروا کو تو غصہ آ گیا تھا۔

"جس دن تم ان کو بھول گئیں' اس دن اچھا نہیں ہو گا۔" اس کے لہجے میں وارننگ سی تھی۔

"او کے او کے۔ اب تو اچھی اچھی سی باتیں کریں اور مجھے خدا حافظ کہیں۔"

"اللہ کی امان میں دیا' تمہیں جلدی واپس آنا۔" فیصل اسے چھوڑ کر آفس میں آ گیا۔

✿ ✿ ✿

لائبہ رحمان بہت ذہین کارکن ثابت ہو رہی تھی۔ فیصل ہر کیس میں اسے ساتھ ساتھ رکھتا تھا۔ اسے لائبہ کی صلاحیتوں پہ اعتماد ہوتا جا رہا تھا۔ عثمان چوہدری والے کیس میں اس نے کافی اچھی کارکردگی دکھائی تھی۔ اس کے تجربے میں وہ اچھا اضافہ تھی۔

اپنی خوب صورتی اور کاوشوں کی بدولت آفس میں وہ جلد ہی مقبول ہو گئی تھی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ورنہ جب وہ نئی نئی آئی تھی تو فیصل کال کرتا تھا کہ اس سے کہے 'بابا! آپ ریمپ پہ واک کریں، ماڈلنگ کریں' لیکن خدارا ہمارے ڈپارٹمنٹ کا پیچھا چھوڑ دیں۔ اب وہی لائبہ رحمان مشاق پولیس آفیسر بننا چاہتی تھی۔ فیصل کے مشاہدات اور تجربات اس کے بہت کام آرہے تھے۔

فیصل کی توجہ سے لائبہ غلط فہمی کا شکار ہو رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ فیصل لغاری دھیرے دھیرے اس میں انٹرسٹ لینے لگا ہے۔ وہ تھی بھی ایسی کہ کوئی بھی مرد اس میں دلچسپی لے سکتا تھا۔

❋ ❋ ❋

جب سے پروا گئی تھی فیصل دن میں تین، چار بار کال کرتا۔ ایک دن پروا مشاعرے میں تھی، موبائل اس نے سائلنٹ پہ چھوڑا تھا۔ وہ کال کرتا رہا اور ریسیو نہیں کر سکی۔ فارغ ہو کر ہوٹل آئی تو خود اسے کال بیک کی۔ وہ اتنے غصے میں تھا کہ اس کی کال ریسیو نہیں کی۔ تین، چار بار اس نے فون کیا پھر مایوس ہو کر فون رکھ دیا۔

رات سونے سے پہلے اس نے فیصل کو آئی ایم سوری کا خوب صورت سا ایس ایم ایس کیا۔ اسے یقین تھا ایس ایم ایس ریسیو کرنے کے بعد اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔

❋ ❋ ❋

پروا دبئی سے کیا لوٹی کہ مصروفیات کا چکر سا چل پڑا۔ اس کا سارا وقت اپنی تخلیقات کو نئے سرے سے سنوارنے اور پرستاروں کے سامنے پیش کرنے میں صرف ہو رہا تھا۔ اس دوران جمال صدیقی مسلسل رابطے کی کوشش میں رہا۔ پروا مشاعرے اٹینڈ کر رہی تھی۔ دو دن پہلے وہ کراچی سے لوٹی تھی تو آج لاہور جانا تھا۔ لاہور سے واپسی پہ سرگودھا کا پروگرام تھا۔ اور ان سب کے درمیان فیصل کی ذات بری طرح نظر انداز ہو رہی تھی۔

رات کو تنہائی کے جو چند خوش قسمت لمحے میسر آتے اس میں بھی پروا کے پاس اپنی ہی باتیں ہوتیں، وہ ہنس ہنس کر مشاعروں کے دوران پیش آنے والے واقعات اسے بتاتی۔

❋ ❋ ❋

پروا لاہور سے لوٹی تو گھر کی فضا میں غیر معمولی پن کا احساس اسے گیٹ سے قدم اندر رکھتے ہی ہو گیا۔ بے حد خاموشی طاری تھی۔ کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ حالانکہ شام کا وقت تھا اور اس وقت سب جمع ہوتے تھے۔

"سب لوگ کہاں ہیں؟" ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ڈرامے میں گم گھریلو ملازمہ سے اس نے پوچھا تو وہ ریموٹ چھوڑ کر ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"سب اپنے اپنے کمروں میں ہیں۔" اسے بتاتے ہوئے وہ کچھ پریشان سی نظر آرہی تھی۔

وہ سیدھی راحیہ کے روم کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دروازے پہ دو، تین دفعہ دستک دی تب راحیہ نے دروازہ کھولا۔ وحشت زدہ چہرہ، سرخ آنکھیں، بکھرے بال، وہ اتنی ویران اور اجڑی اجڑی لگ رہی تھی کہ پروا پریشان ہو گئی۔

"راحیہ! کیا ہوا ہے؟" اس کے پوچھنے کی دیر تھی راحیہ کی آنکھیں از سر نو برس پڑیں۔

"اندر آؤ۔" اس نے پروا کو اندر کر کے دروازہ لاک کر لیا۔

"مجھے بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے، سب لوگ کہاں ہیں؟"

"ادھر ہی ہیں اور کہاں جانا ہے؟"

"لیکن تم نے اپنی کیا حالت بنائی ہوئی ہے؟"

اس نے روتی ہوئی راحیہ کا سر اپنے کندھے سے لگایا۔ ابھی ہفتہ بھر پہلے ہی ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد راحیہ اور حنان کو خوش خبری سنائی تھی کہ آپ والدین بننے والے ہیں۔ ظاہری بات ہے گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

پروا ان دنوں اپنی مصروفیت میں الجھی ہوئی تھی۔

ایک ٹی ایف ایم ریڈیو اسٹیشن کی طرف سے اسے مہمانی کی آفر ملی تھی۔ لیکن یہ پروگرام رات بارہ بجے آن ایئر ہوتا تھا۔ پروگرام کا فارمیٹ بڑا چونکا اور انوکھا تھا، اس کے مزاج کے عین مطابق۔ لیکن ایک خرابی تھی کہ اس کا ٹائم رات بارہ بجے کا تھا اور فیصل نے یہ پروگرام کرنے کی اجازت اسے کبھی نہیں دینی تھی۔ اس نے تجرباتی طور پہ یہی پروگرام کمرشل ٹائم میں کیا تو بہت پسند کیا گیا۔ وہ روز ہی ریڈیو اسٹیشن چلی جاتی۔ بات کسی نتیجے پہ نہیں پہنچ پا رہی تھی، کیونکہ پروگرام کا ٹائم اس کے لیے سوٹ ایبل نہیں تھا۔ پھر بھی اسے امید تھی کہ وہ ہر پروڈیوسر کو قائل کر لے گی۔

"میں کیا بتاؤں، ماموں، ممانی، حنان، ذرشہوار آپی سب کتنا بدل گئے ہیں۔ پہلے یہی لوگ مجھ سے بہت پیار جتاتے تھے۔ لیکن اب انہیں مجھ سے بہت سی شکایتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا بھی تھا کہ ابھی میں ماں بننے کے قابل نہیں ہوں۔ میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی، میں نے اس سلسلے میں حنان سے بات کی کہ میں ابارشن کروا لیتی ہوں، کیونکہ ڈاکٹر نے صاف بتایا ہے کہ ماں بننا ابھی میرے لیے رسک ہے۔ اس بات پہ اس نے وہ شور مچایا کہ نہ پوچھو، پورے گھر کو جمع کر لیا۔ سب نے اتنی لعن طعن کی مجھے کہ نہ پوچھو۔ جیسے سارا قصور میرا ہے۔ مجھے تو نہیں لگتا کہ ان سب کو میری زندگی یا صحت سے لگاؤ ہے۔ تم بھی تو ہو، فیصل نے بھی تمہیں فورس کیا، ٹھیک کیا تم مزے سے شہرت کے مزے لوٹ رہی ہو، آج یہاں، کل وہاں، ایک میں ہوں کہ جیسے جاہل عورتوں کی طرح بچے پیدا کرنے پہ لگا دیا ہے۔"

پروا نے جانے کیوں اس سے نظر چرائی تھی۔ فیصل کو بھی بچے بہت پسند تھے اور وہ جب موڈ میں ہوتا تو اکثر کہتا 'پری! صرف مجھے دو بچے چاہئیں، اس کے بعد اور تنگ نہیں کروں گا۔' جواباً وہ جھنجلا جاتی۔ تو اس کی ضد کے آگے وہ مجبور ہو کر خاموش ہو گیا تھا۔

لیکن راحیہ کو چیک اپ کے بعد جب ڈاکٹر نے خوش خبری سنائی تو وہ بہت خوش ہوا تھا۔

"مجھے بتاؤ نا میرا کیا قصور ہے؟" راحیہ کی آنکھیں بھیگی بھیگی تھیں۔ پروا خاموش ہو کر اسے تکنے لگی۔ اس سوال کا جواب تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ اسے تسلی دلاسے دے کر وہ نیلم آنٹی کی طرف آگئی۔

"السلام علیکم، کیسی ہیں آپ اور آج گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ جواب میں انہوں نے سر کو دھیرے سے ہلایا۔ ان کے لب ساکت اور آنکھیں اجنبیت کا تاثر دے رہی تھیں۔

"تم گھر میں ہو تو تمہیں پتا چلے نا! لیکن تمہیں تو شہرت زیادہ عزیز ہے۔"

آج پہلی بار انہوں نے ایسی باتیں کی تھیں، سو پروا کو حیران اور پریشان ہونا ہی تھا۔

"آنٹی! کیا ہوا ہے، کچھ بتائیں تو سہی؟" پروا نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ ان کے گھٹنوں پہ رکھ دیے۔

"پروا! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، جیسے میرے پُرسکون گھر کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔" نیلم بیگم کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔ پروا کا دل تڑپ سا اٹھا۔

"آنٹی! گھر میں کوئی بات ہو گئی ہے، میں اپنی غلطی مانتی ہوں کہ پچھلے پورے ہفتے سے بہت مصروف رہی۔ اس لیے گھر کے معاملات پہ اس طرح توجہ نہیں دے پائی۔ مگر مجھے کچھ بتائیں تو سہی، ہوا کیا ہے؟"

"راحیہ کہتی ہے مجھے حنان کے بچے کی ماں بننے سے نفرت ہے۔ پورے ہفتے سے اس نے ہمیں سولی پہ لٹکایا ہوا ہے۔ جب سے اس کی رپورٹ پازیٹو آئی ہے تب سے وہ ضد پہ اڑی ہوئی ہے کہ اس نے ابارشن کروانا ہے، وہ کسی صورت بھی حنان کی اولاد پیدا نہیں کرے گی۔ پہلے تو یہ جھگڑا صرف ان کے بیڈ روم تک تھا۔ آج بیڈ روم سے باہر نکل کر پورے گھر اور سارا ابا جی تک بھی پہنچ گیا ہے اور آج تو راحیہ نے حد کر دی۔ خوب زور، زور سے چیخی اور چلائی۔ فیصل

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ رات کو کافی لیٹ آیا تھا۔ اس جھگڑے سے اس کی آنکھ بھی کھل گئی تو صورت حال جاننے کے لیے نیچے آیا۔ راحیلہ اس وقت زور زور سے چلا رہی تھی۔ اس پہ وحشت سوار تھی۔ اس نے راحیلہ کو منع کیا تو الٹا راحیلہ نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی انتہا کر دی۔ وہ وہ باتیں کیں جو میں بیان نہیں کر سکتی۔ تراب خاموشی سے سارا تماشا دیکھتے رہے اور حنان وہ تو سدا کا بزدل ہے' راحیلہ کے سامنے وہ آج تک اونچی آواز میں بول نہیں سکا ہے۔ رجب بھائی اور سارا اسے اپنے ساتھ لے گئے اور فیصل وہ اسی وقت جس حال میں تھا۔ گاڑی لے کر نکل گیا۔ شام ہو گئی ہے۔ اس کا کچھ پتا نہیں ہے۔ سیل فون پہ بار بار کال کی ہے مگر اس نے جان کر نمبر آف کر رکھا ہے۔ تراب دو تین بار گاڑی لے کر نکلے ہیں اس کا پتا کرنے مگر ابھی تک کچھ خبر نہیں ہے' میرا بچہ کس حال میں ہے۔ پروا تمہاری گرہستی خطرے میں ہے۔ راحیلہ نے اس کی غیرت کو للکارا ہے۔ مجھے اپنے بیٹے کا پتا ہے' میں نے اسے جنم دیا ہے' مجھے پتا ہے وہ اس وقت کیا سوچ رہا ہوگا۔"

نیلم کی کوئی بات بھی پروا کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ ان کا دماغ صدمے سے ماؤف ہو گیا ہے۔

"آنٹی! کیا ہوا ہے میں اور برداشت نہیں کر سکتی' میرا دماغ پھٹ جائے گا" پلیز آنٹی!" پروا پریشانی کی انتہا پر تھی۔ جب فیصل نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو غصے میں بھرا اس کی طرف آیا۔

"تمہیں جو کچھ لینا ہے اٹھو اور نکل جاؤ میرے گھر سے فوراً" ابھی اسی وقت۔" اس نے پروا کا بازو پکڑ کر زبردستی اٹھایا۔ پروا اسے یوں دیکھنے لگی جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو۔

"نکل جاؤ میرے گھر سے۔" اب کی بار اس نے پروا کا ہاتھ پکڑ کر بیرونی دروازے کی طرف دھکا دیا تو نیلم نے فیصل کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"نہ کرو یوں میرے بچے! بس کرو' اپنا گھر مت تباہ کرو۔" پروا پہلے ہی پریشان تھی اس افتاد سے اور بھی گھبرا گئی۔ حنان ندرت ہموار' تراب لغاری' سارا سب ہی آ گئے تھے اور فیصل کو باز رکھنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ لیکن وہ غصے میں بپھرا ہوا تھا۔

"میں اسے ابھی اور اسی وقت طلاق دوں گا۔"

تراب نے بڑھ کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"پروا بیٹا! اس وقت یہاں سے چلی جاؤ۔" وہ غصے میں ہے۔ میں نہیں چاہتی کچھ غلط ہو جائے۔ اس وقت یہاں سے چلی جاؤ۔" نیلم نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ اس سے زیادہ رکنا پروا کے بس کی بات نہیں تھی اور آنسوؤں کی دھند میں اسے کچھ نظر بھی تو نہیں آ رہا تھا۔

اور اسے تو ابھی تک یہ بھی پتا نہیں چلا تھا کہ اسے سزا کس بات کی ملی ہے۔

✿ ✿ ✿

پروا لڑکھڑاتے ہوئے بے جان قدموں سے وہاں سے نکلی تھی اس نے وہاں سے کچھ بھی نہیں لیا۔ اپنا سیل فون بھی وہیں چھوڑ آئی۔ گیٹ سے باہر نکلتے رکشے والے نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

ڈاکٹر انجم گھر پہ ہی تھے اس نے دور دہلیز پہ ہاتھ رکھ دیا اور گویا بتانا ہی بھول گئی۔ اوپر کے کاموں کے لیے ڈاکٹر انجم نے اقرا کی وفات کے بعد نیا لڑکا رکھا تھا اسی نے گیٹ کھولا۔

ڈاکٹر انجم اسٹڈی روم میں تھے۔ پروا بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی تھی۔ پھر تو گویا اس کی آنکھوں سے سمندر اُبل پڑے۔ جس طرح وہ تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر روئی اگر اقرا زندہ ہوتیں تو جانے ان کا کیا حال ہوتا۔ اکلوتی لاڈلی اولاد کو فریاد کناں دیکھ کر ڈاکٹر انجم کی آنکھیں بھی برس رہی تھیں۔

"میں پوچھوں گا ایک بار فیصل سے کہ میری بچی کا قصور تو بتاؤ۔" انہیں بہتری کی ایک ہی صورت نظر آ رہی تھی۔

"نہیں پاپا! آپ نہیں پوچھیں گے میں آپ کو لیٹ

ڈاؤن ہوتا نہیں دیکھ سکتی کبھی بھی۔ اور نہ میں چاہتی ہوں کہ آپ ان کے سامنے روئیں اور گڑگڑائیں۔ میں اس شخص کی محبت اپنے دل سے نکال سکتی ہوں مگر جو آپ کہہ رہے ہیں وہ میں کبھی نہیں مانوں گی کبھی نہیں۔ آپ کو میرا اچھی طرح پتا ہے۔"

پروا نے الٹے ہاتھ سے بڑی بے دردی سے آنکھیں رگڑیں۔ انجم کو کبھی کبھی اس کی ضد سے خوف آتا تھا۔

"اور ہاں اگر مجھے یہ پتا چل گیا کہ میری خاطر آپ "تراب منزل" گئے یا ان سے کوئی بات کی تو پاپا اس کے بعد آپ اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لیے کھو دیں گے ہمیشہ کے لیے۔" اس وقت وہ وہی پرانی پروا لگ رہی تھی ضد جس کی پہچان تھی۔

"او کے بیٹا! یہ وعدہ رہا کہ تم آرام کرو۔ تم جیسا چاہو گی وہی ہوگا۔" انہوں نے اسے بچوں کی طرح بہلا پھسلا کر دودھ پلایا۔ دودھ میں خواب آور دوا شامل کی تھی انہوں نے تاکہ وہ سو کر تازہ دم ہو جائے اور کچھ بہتر سوچنے کے قابل ہو سکے۔

اس کے سونے کے بعد بھی وہ کافی دیر اس کے پاس بیٹھے رہے۔ نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اقرا کی وفات کے بعد حقیقی معنوں میں آج انہیں زندگی کی سختیوں اور مشکلات کا اندازہ ہوا تھا۔

✿ ✿ ✿

پروا نے پاکستانی سفارت خانے میں جاب کے لیے اپلائی کر دیا تھا۔ یہاں ذہانت کے ساتھ اس کی شہرت بھی کام آئی اور اسے جاب مل گئی تھی۔ انجم انتظار میں تھے کہ فیصل کے گھر سے کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا لیکن دو ہفتے گزرنے کے باوجود ادھر سے کوئی نہیں آیا تب انہوں نے سارے خدشات پس پشت ڈالتے ہوئے "تراب منزل" کال ملایا تھا۔

نیلم اور تراب شرمندہ تھے۔ انجم انہیں ملعون کر کے مزید شرمندہ نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا بڑی خاموشی سے جس طرح گئے تھے ویسے ہی واپس آ گئے تھے اس بات کی ہوا بھی انہوں نے پروا کو نہیں لگنے دی تھی۔

پروا کو آفیسر پبلک ریلیشنز کی حیثیت سے اٹلی بھیجا جا رہا تھا۔ انجم نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن انہیں پتا تھا کہ وہ نہیں مانے گی اور ایسا ہی ہوا تھا وہ چلی گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر انجم بھی بڑے بھائی کے پاس انگلینڈ چلے گئے۔ پہلے وہ وزٹ ویزے پہ صرف چھ ماہ کے لیے گئے تھے۔ پھر وہاں پہ مزید پانچ سال کا ویزہ لگوا کر دوبارہ چلے گئے۔ پاکستان میں ان کی جو پراپرٹی تھی سوائے مکان کے انہوں نے سب فروخت کر دی۔ مکان انہوں نے جذباتی وابستگی کی وجہ سے فروخت نہیں کیا تھا۔

وقت دھیرے دھیرے گزر رہا تھا۔ پروا سال بعد ایک ہفتے کے لیے ان کے پاس آئی تو وہ پھر سے ہشاش بشاش ہو گئے۔ ریاض احمد کے گھر ویسے بھی ان کا دل لگ گیا تھا اور انہوں نے بڑھ چڑھ کر خدمت خلق کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ پھر بھی تنہائی میسر آتے ہی پروا کا دکھ انہیں کھائے جاتا۔ نہ پروا نے طلاق مانگی اور نہ فیصل نے طلاق دی تھی ورنہ وہ کسی اور جگہ اس کی شادی کر دیتے۔ اس موضوع پہ وہ پروا سے بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے کیونکہ انہیں اس کی عادت کا پتا تھا۔ وہ پہلے والی پروا رہی ہی نہیں تھی۔ اس کے لب تو گویا ہنسنا بھول گئے تھے۔ وقت سے پہلے ہی اس نے خود پہ سنجیدگی طاری کر لی تھی۔ میک اپ کی اشیاء تو وہ پہلے بھی اتنا استعمال نہیں کرتی تھی لیکن اب تو اس نے آنکھوں میں کاجل لگانا تک چھوڑ دیا تھا۔

اس کی شہرت اب پوری ملک میں بھی پہنچ چکی تھی۔ اسے پاکستان چھوڑے تین سال گزر چکے تھے۔ یہاں اٹلی میں بھی اردو داں طبقہ موجود تھا۔ آئے روز مشاعرے ہوتے۔ سال چھ ماہ میں جب چھٹیاں ملتیں تب وہ اٹلی سے باہر مشاعروں میں شرکت کرتی۔ سفارت خانے والوں نے اب اسے دبئی بھیج دیا تھا۔ اٹلی کے مقابلے میں دبئی زیادہ اپنائیت بھرا تھا۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا تیسرا مجموعہ کلام "بچھڑنے سے ذرا پہلے" کافی عرصے کے بعد منظرعام پہ آیا تھا اور اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ اب اس کا فن اور بھی نکھر گیا تھا۔ اس مجموعہ کلام میں جتنی بھی شاعری تھی اکثر میں بچھڑنے کا کرب نمایاں تھا اور اس کرب نے شاید اس کے فن کو مزید پختگی عطا کر دی تھی۔

✿ ✿ ✿

وہ اپنے آفس سے گھر کے لیے کافی لیٹ روانہ ہوا۔ صوبائی پولیس افسران کے ساتھ میٹنگ تھی۔ وہ آج کل پشاور میں اپنی خدمات سرانجام دے رہا تھا اور سرکاری رہائش گاہ میں رہ رہا تھا۔

کھانے کو ذرا بھی دل نہیں تھا اس نے ملازم کو کھانا لانے سے منع کر دیا اور چائے بنانے کو کہہ کے یونیفارم تبدیل کر کے اس نے ٹی وی آن کر لیا۔ یونہی چینل سرچنگ کرتے ہوئے ایک چینل پہ اس کی انگلیاں ساکت ہو گئیں۔

میں بھی تنہا وہ بھی تنہا
کیسے کٹے گا یہ جیون تنہا
یادیں زاد راہ کرو
کیونکر رہو گے تنہا تنہا

سونی صدرہ پروا ہی تھی۔ اس کی آنکھیں لاکھوں انسانوں کے بیچ بھی اس کی پہچان کر سکتی تھیں۔ اپنے مخصوص دلکش لہجے میں وہ اپنا کلام سنا رہی تھی۔ فیصل کی نگاہ ٹی وی اسکرین سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔ ملازم نے چائے اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ وہ یونہی رکھی رہی۔

پروا اپنا کلام پڑھ کر ٹی وی اسکرین سے غائب ہو چکی تھی مگر وہ خالی الذہن سا اب بھی اسے گھورے جا رہا تھا۔

اسے پتا تھا آج کی رات اس پہ بہت بھاری گزرے گی۔ نیند کہاں آتی تھی اب سکون کی نیندیں تو روٹھ چکی تھیں۔ ان تین سالوں میں وہ سکون کی بھرپور نیند کو ترس گیا تھا۔ نیند آتی بھی تو ٹوٹ ٹوٹ کر۔ غضب میں لیتی۔ سو وہ کو چھوتی۔ اب تو اس کے ماتحت بھی کہنے لگے تھے کہ "سر! آپ کی آنکھیں نیند کی کمی سے سرخ رہتی ہیں۔ آپ کچھ دن ریسٹ کر لیں۔" مگر وہ ایسے مشوروں کو ٹال دیتا۔ وہ جب اسلام آباد جاتا تو اس کی کوشش ہوتی کہ رات وہاں پہ نہ رکے۔ لیکن ماں کی ممتا اس کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی۔ وہ گیسٹ روم میں سو جاتا لیکن اپنے بیڈ روم میں نہ جاتا۔ نیلم کڑھ کر رہ جاتیں لیکن اب انہوں نے فیصل سے کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا تھا۔

✿ ✿ ✿

بک شاپ کے سامنے اس نے بے اختیار اپنی گاڑی روکی تھی۔ وہ صدر میں ایک کام سے آیا تھا۔ کام ختم کرنے کے بعد کسی انجانی سی قوت کے زیر اثر وہ کتابوں کی اس دکان کی طرف آیا تھا۔

پروا اورنگزیب کا آخری مجموعہ کلام لے کر وہ بہت تیز رفتاری سے وہاں سے نکلا تھا۔

واپس پہنچ کر اس نے بڑی بے تابی سے شاپر سے کتاب نکالی۔

"بچھڑنے سے ذرا پہلے" اس نے عنوان پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے جانے کس یاد کو آواز دی تھی۔ کتاب کا ٹائٹل بہت دھیمے اداسی کے رنگوں میں لپٹا ہوا عنوان کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا۔ اس نے کتاب کھولی۔ حروف پہ اس کی نگاہیں پھسل رہی تھیں۔

کل رات
میری آنکھوں کو
کسی ہمدرد لمس کی
ضرورت محسوس ہو رہی تھی
تو
میرا تکیہ ہی
میرے آنسو پونچھ رہا تھا

اس سے مزید پڑھا نہیں گیا
اس نے کتاب بند کر کے سینے پہ رکھ لی تھی۔
اس کیفیت میں کتنی دیر معلق رہنے کے بعد اس

نے دوبارہ کتاب کھولنے کی ہمت کی تھی۔

ہاتھ اٹھائے جو دعا کے لیے
تو
ایسے لگا
جیسے سارا درد اور آنسو
میری ہتھیلیوں میں سمٹ آئے ہیں

اس سے اس نے بے اختیار اپنی آنکھوں کو بھیگا محسوس کیا تھا۔

اس نے لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر کتاب بک شیلف میں رکھی اور باہر ٹیرس پہ آ گیا۔

ان گزرے ہوئے سالوں میں اس نے پروا کی یاد سے دامن چھڑانے کی کتنی کوشش کی تھی لیکن وہ آج بھی ناکام تھا۔ کہیں نہ کہیں ٹی وی، ریڈیو یا اخبار سے اسے خبر مل ہی جاتی تھی۔ شروع میں سب نے کتنا سمجھایا تھا۔ نیلم نے واسطے دیے، منتیں کیں مگر اس کی انا کا بت نہ ٹوٹا اور آج وقت کتنا آگے سرک آیا تھا۔

لائبہ رحمان نے اسے پگھلانے کی مہم جاری رکھی تھی۔ اس نے بڑی جرأت سے اپنے جذبات کا اظہار کر دیا تھا۔ مما نے بھی کہا کہ شادی تو تم نے کرنی ہی ہے تو لائبہ سے ہی کر لو۔ تم دونوں ایک ہی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہو اچھی گزر جائے گی۔

لائبہ کے گھر میں سب کو پتا تھا کہ وہ فیصل کو پسند کرتی ہے۔ اپنی زندگی کے بارے میں اس نے فیصلہ کر لیا مگر آج تک ناآسودہ خواہشات میں پرانے درد گاہے بگاہے جاگ اٹھتے تھے۔

✿ ✿ ✿

"پاپا آ گئے، پاپا آ گئے۔" ایمان شور مچاتی اس کی ٹانگوں سے لپٹی تھی۔ اس نے ایمان کو اٹھا لیا۔

"پاپا کی جان کیسی ہو؟" فیصل نے فرط محبت سے اس کا گال چوما۔ پھر اسے اٹھائے اٹھائے وہ اندر داخل ہوا۔ سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

"ایمان تمہیں بہت یاد کرتی ہے کم سے کم بچی کا تو خیال کر لیا کرو۔" مما نے شکایتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"مما! آ تو گیا ہوں، اب میرے پوسٹنگ آرڈرز آ گئے ہیں۔ میں آپ کے پاس ہی ہوں۔" خوش خبری سنا کر اس نے انہیں حیران اور پھر خوش کر دیا۔ رابعہ اس کی آمد پہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔

فیصل سے وہ شرمندہ تھی۔ نو سال کے دوران اس نے خود کو اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ فیصل کا سامنا اٹھے سر کے ساتھ کر سکے۔ حالانکہ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی رابعہ کو معاف کر دیا تھا لیکن وہ خود کو معاف نہیں کر پائی تھی۔

ایمان اس کی گود میں بیٹھی شکایتیں کر رہی تھی اور وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ ایمان کی باتیں دل موہ لینے والی اور معصوم تھیں بالکل اس کی طرح۔ اس کی ساری تھکن ہوا ہو کر اڑنچھو ہو چکی تھی۔ رات وہ کہانی سنتے سنتے اس کے پاس ہی سو گئی تھی۔

✿ ✿ ✿

فیصل ایمان کے سوئے ہوئے معصوم چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری سائیڈ پہ لائبہ محو خواب تھی۔

ایمان نے کہانی سننے کی ضد کی تھی۔ اس کی معصوم باتیں فیصل کے دل میں اتر کر ہلچل مچاتی تھیں۔ آج بھی کہانی سننے کے دوران اس نے فیصل سے سوال کر دیا تھا کہ "پاپا! شہزادے نے پھر شہزادی سے صلح کی کہ نہیں؟" فیصل نے اسے بہلانے کے لیے کہہ دیا کہ وہ ڈھونڈتا رہا لیکن عرصے تک شہزادی ملی ہی نہیں۔

"پاپا! آپ بھی شہزادی کو ڈھونڈ رہے ہیں نا؟" اس نے بڑی بے ساختگی سے سوال کر دیا تھا۔ فیصل اسے دیکھ کر رہ گیا۔ اب وہ سو چکی تھی لیکن اس کا معصوم سوال فیصل انصاری کو ماضی میں لے گیا تھا۔

✿ ✿ ✿

فیصل گہری نیند میں تھا جب شور سے اس کی آنکھ کھلی۔ نیچے سے چیخنے چلانے کی آوازوں کے ساتھ حنان اور ثنا کی ملی جلی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ وہ

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

صورتحال جاننے کے لیے وقت کاؤنٹ میں ہی جلدی سے پہنچ گیا۔
رابعہ مسلسل چیخ رہی تھی اور مما چپ کروا رہی تھیں۔

"رابعہ! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ کیوں اس طرح شور کر رہی ہو۔" فیصل اس کے سامنے جا کھڑا ہوا لہجہ بہت نرم تھا۔

"میری مرضی میں جو بھی کروں۔" وہ بدتمیزی سے بولی مگر وہ اس کا کڑوا لہجہ اور بدتمیزی برداشت کر گیا۔

"پھر کیوں جاہلوں کی طرح شور کر رہی ہو۔ تمہیں جو بھی شکایت ہے آرام سے بتاؤ۔" وہ اب بھی نرمی اور برداشت سے کام لے رہا تھا۔

"ہاں ہاں میں جاہلوں کی طرح شور کرتی ہوں سب کو مجھ سے شکایتیں ہیں اور سب کی چہیتی جو ہے وہ جو بھی کرے کوئی نہیں بولتا۔ مشاعروں کے نام پہ سارا سارا دن گھر سے باہر رہتی ہے۔ کوئی نہیں بولتا۔ کبھی ریڈیو کبھی ٹی وی تو کبھی کراچی نکل جاتی اور سب جو کرتی پھر رہی ہے نا! آپ کو نہیں پتا؟ ڈھول جو گلی گلی بج رہا ہے وہ سب کی نگاہوں میں ہے۔ عقل صدیقی سمیت جانے کتنے لوگوں کو بے وقوف بنا رہی ہے اور آپ اپنی بیوی کو نہیں سنبھال سکتے۔" رابعہ کے لفظ تھے کہ آگ، فیصل لب بھینچے سنتا رہا۔

"آج صرف حقیقت میری زبان تک آئی ہے نا! کل آپ کی شہرت یافتہ بیوی کے کارنامے اخباروں، رسالوں میں بھی آئیں گے۔ آپ کس کس کو منع کریں گے؟ اچھے گھر کی خبریں میری فکر نہ کریں۔"

سب بے کار رابعہ کو بولتا سن رہے تھے، کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ آگے بڑھ کر اسے خاموش کرواتا وہ تھک ہار کر خود ہی چپ ہو گئی۔

فیصل جس طرح اٹھ کر پیچھے آیا تھا اسی طرح گاڑی کی چابی لے کر گاڑی اسٹارٹ کر کے جانے کہاں چلا گیا۔ اس نے رابعہ کی کسی بھی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

پروا سے شادی کے پہلے دن ہی اس نے ایک بات بہت زور دے کر کہی تھی کہ بیوی میں وہ چیزوں کے بارے میں کمپرومائز نہیں کر سکتا ایک اپنی بیوی کے کریکٹر اور دوسری اپنی عزت نفس اور انا۔ تم نے ان دو چیزوں کا خیال رکھنا ہے اور مجھے تم پہ پورا یقین ہے کہ تم تمام عمر میرا یقین اور مان نہیں توڑو گی جواباً اس نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے اسے گویا یقین دلایا تھا۔

رابعہ کی باتوں نے اسے آگ لگا دی تھی آتش فشاں کے دہانے پہ لا کھڑا کیا تھا۔ وہ ذہن سے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ رہ رہ کر رابعہ کے الفاظ ذہن و دل پہ کوڑے برساتے اس کے منہ سے طلاق کے الفاظ نکلنے والے تھے۔ اس وقت تراب غفاری اسے وہاں سے لے گئے اور پروا بھی منظر سے ہٹ گئی۔

ڈاکٹر انجم خود بیٹی کا باپ ہونے کے ناتے مجبور ہو کر ان کے پاس آئے۔

تراب اور نیلم دونوں ان سے شرمندہ تھے۔ وہ فیصل کو سمجھا کے تھک گئے تھے۔ نیلم، سارا اور تراب دوبارہ پروا کو واپس لانے کے لیے تیار ہوئے تو اس نے کہا کہ اگر وہ اس گھر میں آئی تو میں گھر سے چلا جاؤں گا اور اس کا غصہ اترنے کے انتظار میں چار ماہ گزر گئے۔ نیلم سے اور رہا نہیں جا رہا تھا۔ تراب سے مشورہ کر کے وہ شہوار کے ساتھ پروا سے ملنے آئیں تو گیٹ پہ لگا تالا ان کا منہ چڑا رہا تھا۔

وہ رطابہ کے گھر چلی گئیں۔ رطابہ کے گھر سے ملنے والے جواب نے ان کی ساری امیدوں کو خاک میں ملا ڈالا تھا۔

پروا نے سفارت خانے میں جاب کر لی تھی اور اس وقت اٹلی میں تھی جبکہ ڈاکٹر انجم اپنے بڑے بھائی کے پاس انگلینڈ شفٹ ہو گئے تھے۔

پروا انہیں کچھ بتا کر نہیں گئی تھی۔ سوچ کے دل میں ایک پھانس سی گڑ گئی تھی۔ کاش! وہ بتا کر جاتی تو وہ اسے روک لیتیں کیونکہ فیصل کی انا پسندی کا انہیں پتا تھا وہ مر کر بھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

ان کے گھر کا تو شیرازہ ہی بکھر گیا تھا۔

حنان غصے میں رابعہ کو میکے چھوڑ آیا تھا حالانکہ وہ فیصل کے مقابلے میں بہت نرم خو اور مرنجان مرنج قسم کا شوہر تھا۔ لیکن رابعہ کی بہتان طرازی نے اس کی [illegible] کو بگاڑ ڈالا تھا۔ حنان تو ہمیشہ سے رابعہ جیسی زبان دراز اور گستاخ بیوی سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا۔ اس موقع پہ تراب اور نیلم اس کے ارادے کے آگے مضبوط دیوار بن گئے تھے۔ رابعہ پریگنینٹ تھی وہ کسی بھی حال میں یہ ظلم نہیں کر سکتے تھے۔

رابعہ کی ڈلیوری قریب تھی۔ اب اس کے سارے کس بل نکل چکے تھے۔ وہ حنان کے بچے کی ماں بننے سے سخت نفرت کرتی تھی۔ لیکن ننھے بیٹے نے جب اس کی گود میں آ کر اپنی حیران اور معصوم آنکھوں سے اسے دیکھا تو ممتا کے سوتے پھوٹ پڑے۔ اب فیصل کے مقابلے میں حنان اسے دنیا کا بہترین شوہر نظر آ رہا تھا۔ فیصل نے تو پروا کو صفائی کا موقع دیے بغیر سزا دے ڈالی تھی اور حنان نے اس کی کتنی ہی تیزیاں اور غلطیاں نظرانداز کی تھیں۔ کس کس موقع پہ گھر والوں کے سامنے اس کا بھرم نہیں رکھا تھا۔

حنان بیٹے کو دیکھ کر موم ہو گیا۔ اس نے دو ماہ کے معصوم گڈے کو فیصل کے ہاتھوں میں تھما دیا۔

"بھائی جان! اس کے صدقے رابعہ کو معاف کر دیں۔ وہ بہت شرمندہ ہے۔ وہ عمراؤ عمر کی سنی سنائی پہ رابعہ کو شک ہو گیا تھا پھر اس کا حسد اسے لے ڈوبا لیکن اب وہ تہ دل سے شرمندہ ہے۔" حنان وضاحتیں دے رہا تھا۔ رابعہ بھی جھکی نگاہوں سمیت اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ اب لائبہ اس کی زندگی میں آ چکی تھی۔

وہ اپنے پچھتاووں سمیت اکیلا تھا۔

چھری کی طرح سخت، بے حس ہر جذبے سے عاری۔

دو سال گزر چکے تھے، کتنی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ شہوار اور رابعہ دو، دو بچوں کی مائیں بن گئی تھیں۔ سلوی کے بھی دو بیٹے تھے۔ ورنی کی شادی ہو گئی تھی وہ بھی صاحب اولاد تھی۔

☆ ☆ ☆

تیسرے مجموعہ کلام کے بعد پروا کی ادبی سرگرمیاں رفتہ رفتہ ماند پڑ رہی تھیں۔ اب اس نے ادبی تقریبات میں آنا جانا کم کر دیا تھا۔ تخلیق کا عمل کب کا سست پڑ چکا تھا۔ اس کا قلم اپاہج ہو گیا تھا۔

مزید شہرت کی خواہش اس کے اندر دم توڑ چکی تھی۔ دعوت نامے اسے اب بھی ملتے۔ لوگ تقریبات منعقد کر کے اس کی شہرت کو کیش کروانا چاہتے لیکن وہ پہلے والی پروا نہیں تھی۔

ڈاکٹر انجم انگلینڈ میں ہی تھے۔ وہ ان کے پاس آتی جاتی رہتی۔ وہ اب تھکنے لگے تھے۔ اب ان کی ایک ہی خواہش تھی کہ مرنے سے پہلے ایک بار اپنے وطن کو دیکھ لیں۔

ان در و دیوار کو چھو آئیں جہاں اقراء کی یادیں سانس لے رہی تھیں۔ جہاں ان کے بہت سے خوب صورت شب و روز بکھرے پڑے تھے۔ لیکن پاکستان واپسی کے نام پہ پروا کو غصہ آ جاتا۔ اس نے کہا تھا "پاپا! آپ بے شک پاکستان جائیں میں نہیں جاؤں گی۔"

انجم اکیلے جانا نہیں چاہتے تھے اور وہ تیار نہیں تھی۔

وہ اپنی ضد پہ پوری طرح تنی ہوئی تھی۔ جب اس کے پوسٹنگ آرڈرز آ گئے۔ سفارت خانے والوں نے اسے پاکستان تعینات کر دیا تھا۔ وہ واپس جانا نہیں چاہتی تھی۔ مگر [illegible] نے اس کی درخواست رد کر دی تھی۔

ڈاکٹر انجم بہت خوش تھے۔ پروا کو بمشکل تمام راضی کیا تھا۔ ورنہ اس نے ریزائن دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ریاض احمد اور ان کی بہو نے بڑے خوب صورت طریقے سے دلائل دے کر اسے اس فیصلے سے باز رکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

فیصل واپس اسلام آباد آ گیا تھا لیکن اوپری منزل پہ واقع اپنے بیڈ روم کو اس نے کھلوانے سے منع کر دیا

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ خفی منزل کے ماسٹر بیڈروم کو اس نے اپنے رہنے سونے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ پرانے بیڈروم میں ملازمہ کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کی حسرت ہی رہی کہ اس بیڈروم کو دیکھے جہاں فیصل پہلی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ فیصل نے شادی کے بعد اس کی جاب چھڑوا دی تھی۔ وہ مکمل طور پر گھریلو عورت کے روپ میں ڈھل گئی تھی۔ اس کی بچی کی ماں بن گئی تھی۔ لیکن آج بھی اس کے دل تک رسائی نہیں پا سکی تھی۔ وہ اسے خود سے بہت دور محسوس ہوتا تھا۔

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ فیصل کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔

ان دنوں سلویٰ بھی پاکستان آئی ہوئی تھی۔ پروا کے ساتھ فیصل کی جنون کی حد تک محبت سب کے ساتھ اس کے علم میں بھی تھی۔ اس نے کتنی بار اپنے طور پر پروا کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ جواب نہیں دیتی تھی۔ تنگ آ کر وہ خاموش ہو گئی۔ فیصل اگر چاہتا تو اس کے پاس جا سکتا تھا۔ با آسانی اسے ڈھونڈ سکتا تھا۔ وہ کوئی عام سی لڑکی نہیں تھی۔ لیکن انا نے اسے توڑ ڈالا تھا۔ مگر جھکنے نہیں دیا۔ وہ آج بھی پروا سے خفا تھا کہ وہ چپ چاپ خاموشی سے اس کی زندگی سے نکل گئی۔ وہ اس سے لڑتی جھگڑتی' زبردستی اپنی منواتی' تو وہ مان ہی جاتا' لیکن اس نے تو پلٹ کر ایک بار بھی نہیں دیکھا۔ شروع میں وہ غصے میں تھا' ٹھیک تھا لیکن وہ اس کا غصہ اترنے کا انتظار تو کرتی' اتنا پیار کرتا تھا وہ اس سے تو کیا تھوڑا سا بھی غصہ کرنے کا حق نہیں تھا اسے۔ کاش وہ صرف ایک بار اس سے کہہ دیتی کہ راحیلہ نے جو کہا ہے سب جھوٹ ہے۔ تو وہ سب کچھ بھلا کر اسے سینے سے لگا لیتا۔ اسے سب سے دور لے جاتا۔ کوئی اپنے چاہنے والے کے ساتھ یوں بھی کرتا ہے۔

وہ اسے بھی نہ ختم ہونے والی اذیت کے سپرد کر گئی تھی۔

صرف نیلم کے پاس اس کمرے کی چابی تھی۔ مہینے میں دو بار وہ خود اپنی نگرانی میں صفائی کروا کر پہلے کی طرح لاک کر دیتیں۔ اس کے علاوہ کوئی بھی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ فیصل نے ہر چیز جوں کی توں رہنے دی تھی۔

✿ ✿ ✿

پورے نو سال بعد اس نے پاکستان میں قدم رکھا تھا۔ وہ گل تو شادی کے بعد کراچی چلی گئی تھی۔ لیکن رطابہ ادھر ہی تھی۔ وہ اس کی آمد کا سنتے ہی چلی آئی تھی۔

بہت ہی ہلکے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس بنا کسی آرائش کے وہ بہت تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔ ہاتھ' کلائی' گلا کسی بھی قسم کی جیولری سے بے نیاز' تھکی خالی خالی اور ویران سی تھی وہ۔ اتنی کامیابیاں اور شہرت سمیٹنے کے بعد بھی۔ رطابہ اسے لپٹا کر بہت روئی۔

"پروا! تم نے کیا حال بنا لیا ہے اس عمر میں ہی۔" وہ تاسف سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے حال کو؟" وہ خود پہ قابو پا کے الٹا اس سے سوال کر بیٹھی' اس سے پہلے کہ رطابہ کچھ کہتی پڑوس سے کچھ عورتیں ملنے آ گئیں۔

ڈرائنگ روم میں ڈاکٹر انجم کے دوست آئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے آنے سے پہلے اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔

انجم خود کو بہت مسرور اور مطمئن محسوس کر رہے تھے۔ گھر کے در و دیوار گویا پھر سے جی اٹھے تھے۔ آس پڑوس سے بہت سے دوست احباب جمع ہو گئے تھے۔ وہی اپنائیت تھی جو اس ماحول کا حصہ تھی۔ لیکن پروا بالکل خوش نہیں تھی۔ وہ خود کو بے چین سا پا رہی تھی۔ رطابہ کے کتنے سوالوں کے جواب اس نے ہوں ہاں میں دیے۔

رات وہ اس کے پاس ہی رکی بہت سی باتیں تھیں جو اس نے کرنی تھیں۔ رات کے کسی پہر اچانک بارش شروع ہوئی جس کا پتہ تب چلا جب وہ پوری رفتار سے برسنا شروع ہوئی۔

رطابہ نے کھڑکی سے پردے ہٹا دیے۔

"پروا! باہر دیکھو' کتنی تیز بارش ہو رہی ہے۔"

"ہاں رطابہ! کتنی عجیب بات ہے' اندر بھی بارش ہو رہی ہے اور باہر بھی۔" پروا کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں' اس سے پہلے کہ رطابہ کچھ بولتی اس نے مزید آنسو اندر ہی اندر پی لیے۔

"تو نہاتے ہیں بارش میں۔" رطابہ نے پچھلے وقت کو آواز دی تھی لیکن اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیوں' تمہیں تو بارش بہت پسند تھی' اب کیا ہوا ہے؟" رطابہ مسلسل اس کا ضبط آزما رہی تھی۔

"مجھے اب نہیں ہے پسند۔ میری پسند ناپسند بدل گئی ہے۔"

"کیوں پروا! بھلا پسند ناپسند بھی بدلتی ہے۔" اس نے انجانے میں اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"پلیز رطابہ! چپ ہو جاؤ۔" اس نے التجائیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو رطابہ کو سچ مچ اس پہ ترس سا آ گیا۔

"پروا! بس کر جاؤ اب بہت سزا دے لی ہے تم نے خود کو اور اپنا صبر نہ آزماؤ' دیکھو خود کو۔ تمہارے بالوں کی ریشمی نرماہٹ کیا ہوئی۔ تمہاری آنکھوں کی وہ چمک کہاں گئی' تمہارے چہرے کی تازگی کیوں کم ہوئی ہے۔ تمہارے قلم نے تخلیق کا عمل کیوں ترک کر دیا ہے۔ کہاں گئی تمہاری وہ خوش لباسی' کیوں رنگ روٹھ گئے ہیں تم سے؟ کہاں گئی تمہاری کوشش پروا! جواب دو۔"

"پلیز رطابہ! میں بہت لمبے سفر سے آئی ہوں تھکی ہوئی ہوں' سونے دو مجھے۔" اس نے نظریں چرائی تھیں۔ لیکن رطابہ اتنی جلدی ہار ماننے والی نہیں تھی۔

✿ ✿ ✿

پروا نے دو ہفتے بعد آفس جوائن کرنا تھا۔ رطابہ روز آ جاتی۔ وہ گل کو بھی کراچی سے بلوا لیا تھا۔ میڈیا کو بھی پروا اور گل کی آمد کی سن گن مل گئی تھی۔ وہ جس چیز سے بچنا چاہ رہی تھی وہ ہو کر رہی۔ عرفان جلال نیازی نے سب سے پہلے رابطہ کیا۔ انہوں نے اپنے طور پر ادب کی ترقی و ترویج کے لیے ایک انجمن بنائی تھی اور وہ اس کا چیئرمین پروا اور گل کو بنانا چاہ رہے تھے لیکن اس نے معذرت کر لی۔ انہوں نے بھی اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ پروا اس دوران تمام صحافتی اور اس جیسے کسیل ہو جانے والے ستاروں سے ممکنہ اچھی طرح بچ گئی تھی۔ اس نے عرفان جلال نیازی کی آخری کوشش بھی ناکام بنا دی۔ ایک دن پرائیویٹ ٹی وی چینلز کے نمائندے کیمرہ مین سمیت گھر پہنچ گئے۔ اس نے انٹرویو دینے سے انکار کر دیا۔ ادبی حلقے اپنی تقریبات پروا اور گل کی تخلیقات سے سجانا چاہ رہے تھے۔ اس نے ہر ایک کو سختی سے انکار کر دیا۔

✿ ✿ ✿

"پاپا! انجم انکل واپس آ گئے ہیں' میں نے ان کا کلینک کھلا دیکھا تھا۔" کھانا کھاتے کھاتے حنان کو یہ بات یاد آئی تھی۔ فیصل کا ہاتھ پلیٹ میں ہی ساکت ہو گیا تھا۔

"تم ملے نہیں جا کر؟" تراب لغاری کے لہجے میں جوش تھا۔ سب حنان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"میں کلینک گیا تھا لیکن وہ تھوڑی دیر پہلے ہی گھر کے لیے نکلے تھے' اس لیے ملاقات نہیں ہو سکی۔" اس نے فیصل کے ہاتھ میں واضح ارتعاش محسوس کیا تھا۔ وہ کھانا ادھورا چھوڑ کر اٹھ گیا۔

ان سب نے ہی اس کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ کو دیکھا۔

نیلم ماں تھیں' تڑپ ہی گئیں' جانتی تھیں انا اور ضد نے اسے اندر ہی اندر توڑ کر رکھ دیا تھا۔

✿ ✿ ✿

موسم بہت خوب صورت ہو رہا تھا۔ آسمان پہ کالے بادل تیرتے پھر رہے تھے۔ فضا میں اتنے دنوں سے جو گھٹن اور اداسی تھی اس کا خاتمہ ہوتا نظر آ رہا تھا۔ انجم صاحب حسب معمول اپنے کلینک اور مریضوں کے ساتھ بزی تھے۔ پروا گاڑی لے کر گھر سے نکل آئی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

یونہی ڈرائیو کرتے کرتے وہ راول ڈیم کی طرف نکل گئی۔ اسے راول ڈیم کا یہ قدرے الگ تھلگ سا حصہ بہت پسند تھا۔ اس نے گاڑی وہیں پارک کی اور خود پانی کی طرف آکر ایک پتھر پہ بیٹھ گئی۔ بہت خاموشی اور سکون تھا ادھر اور لوگ بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔

وہ پتھر پہ بیٹھی صاف شفاف پانی کو دیکھ رہی تھی، جب اپنے پیچھے اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس کے پلٹنے سے پہلے ہی وہ سامنے آگئے۔

وہ دو لڑکے تھے۔ اٹھارہ سے بیس سال کے درمیان۔ چہرے پہ سفاک تاثرات لیے۔

"جو کچھ بھی ہے خاموشی سے ہمارے حوالے کردو اور اگر شور کیا تو یہ گولی کھوپڑی کے آرپار ہوجائے گی۔" وہ آہستہ مگر خوف ناک آواز میں بولا۔ دوسرا پروا کو تنی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر سہم سی گئی۔

"میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ ہاں میرا سیل فون اور بیگ گاڑی میں پڑا ہے۔" وہ بری طرح خوف زدہ تھی۔

"کہاں ہے گاڑی؟" ان میں سے کالی شرٹ والا بولا۔ پروا کو ماؤزر کی ایک جھلک دکھا کر خوف زدہ کرنے کے بعد وہ اب اسے دوبارہ شرٹ کے نیچے چھپا چکا تھا۔

"میری گاڑی وہ سڑک سے ذرا ہٹ کر کھڑی ہے۔" اس نے وہیں سے اشارہ کیا تو ان دونوں کی نگاہوں نے اس کی انگلی کا تعاقب کیا۔ گاڑی دیکھ کر ان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یہ تو اچھی خاصی مرغی آپھنسی ہے استاد!"

ریڈ چیک شرٹ اور نیلی جینز والے نے بڑے بیہودہ انداز میں آنکھ دبائی تو وہ اور خوف زدہ ہوگئی۔ ان دونوں کے تیور قطعاً "اچھے" نہیں لگ رہے تھے۔ گاڑی سے موبائل اور بیگ اٹھا کر پروا نے ان کے حوالے کیا' مگر ان کی نیت میں فتور آچکا تھا۔

پروا دونوں چیزیں ان کے حوالے کرکے جونہی باہر نکلی ریڈ شرٹ والے نے آنکھوں آنکھوں میں ہی دوسرے کو اشارہ کیا۔ اس نے پروا کا بازو پکڑ کر اسے دوبارہ گاڑی میں دھکیلنے کی کوشش کی۔ ان کے مذموم عزائم پروا ایک پل میں جان گئی تھی۔

پروا نے شور مچا دیا۔ وہ دونوں قطعاً اس کے لیے تیار نہیں تھے۔ یہ منظر پاس سے گزرنے والی ایک گاڑی میں بیٹھے اس شخص نے بھی دیکھ لیا۔ اس نے مزید ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا اور ان کے سر پہ پہنچ گیا۔ ان دونوں کو اپنے ہتھیار نکالنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ اس دوران کچھ اور لوگوں کو بھی گڑبڑ کا احساس ہوچکا تھا۔ صورت حال کا پتا چلانے وہ بھی قریب آگئے تھے۔

ان دونوں کو بے بس کرنے کے بعد کسی فرشتے کی طرح نازل ہوجانے والے شخص نے قریبی تھانے میں فون بھی کردیا تھا۔

ان سے نمٹنے کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھی منہ چھپائے روتی ہوئی پروا کی طرف آیا۔ وہ لاکھ اپنی سسکیوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کررہی تھی' لیکن نہیں کرپارہی تھی۔ آنکھیں تو شدت ضبط سے اس کی پہلے بھی لال ہورہی تھیں' لیکن وہ مبہوت سا رہ گیا تھا۔

آس پاس اور لوگ بھی کھڑے دیکھ رہے تھے۔

اس کے پاس آنے پہ پروا ڈرائیونگ سیٹ سے اتر آئی تھی۔ وہ جانتا تھا اس ضدی سی پروا کا اگلا قدم کیا ہوگا' وہ اتنے سارے لوگوں میں تماشا بننا نہیں چاہ رہا تھا۔ سو پروا بڑے آرام سے گاڑی ڈرائیو کرکے وہاں سے نکل گئی تھی۔

فیصل لغاری نے آنکھوں کی سرخی چھپانے کے لیے ڈارک گلاسز چڑھا لیے تھے۔

وہ گاڑی گیٹ پہ ہی چھوڑ کر خود اندر آگئی تھی۔ انجم صاحب ابھی تک واپس نہیں آئے تھے مگر پروا کے واپس آتے ہی بارش برسنا شروع ہوگئی تھی۔

آنکھیں اس کی بھی برس رہی تھیں' وہ لان میں ہی بیٹھی تھی۔ اب بارش کے قطروں اور اس کے آنسوؤں میں فرق نہیں رہا تھا۔

فیصل لغاری نے پروا کی گاڑی کے ساتھ ہی اپنی گاڑی بھی پارک کردی۔

پروا [illegible] میں ہی چھوڑ گئی تھی۔

گیٹ کھلا ہوا تھا۔ شاید اسے بند کرنا یاد نہیں رہا تھا۔ لان تک آتے آتے وہ بھی بھیگ چکا تھا۔

وہ پتھر کی سیڑھیوں کے پاس گھٹنوں میں سر دیے رو رہی تھی۔ ہچکیوں سے اس کا پورا وجود ہل رہا تھا۔

ابھی ڈیڑھ گھنٹہ پہلے اس نے اپنے سامنے فیصل لغاری کو دیکھا تھا۔ جیتے جاگتے فیصل کو۔ وہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہینڈسم اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ پروا کو تو اپنی آنکھوں پہ اب یقین ہی نہیں رہا تھا۔ جب وہ گاڑی میں اس کے قریب بیٹھا تو اس کے پاس سے وہی جانی پہچانی مہک آرہی تھی۔ اب تو اسے یقین کرنا ہی تھا۔ پورے نو سال بعد وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ کتنا نکھرا ہوا سا تھا وہ۔ اور وہ خود جدائی اور انتظار کی اذیت سہتے سہتے کیا سے کیا ہوگئی تھی۔ اور وہ ٹک سک سے تیار خوشبوؤں میں بسا روز اول کی طرح جاذب نظر لگ رہا تھا۔ اس نے کتنا کچھ کھو دیا تھا اور دوسری طرف کچھ ویسی اذیت محسوس ہی نہیں ہورہی تھی۔ احساس زیاں ہی لرزاں تھا۔

وہ متوازن قدموں سے چلتا پروا کے پاس خود بھی گیلی سیڑھیوں پہ بیٹھ گیا۔

"پری! آؤ اپنے گھر چلیں۔" وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔ ان نو سالوں میں پروا کے آنسوؤں نے اسے بہت اذیت دی تھی۔

"کون سے گھر؟" اس نے تڑپ کر گھٹنوں سے سر اٹھایا تھا۔

"اپنے گھر' اتنے سال بعد؟"

"ہاں پری! اپنے گھر۔" تب پروا نے اس کی طرف دیکھا' وہ سچ کہہ رہا تھا۔ فیصل لغاری خود بھی رو رہا تھا۔

"اتنی دیر لگادی واپسی میں۔"

"پری! تم نے مجھے آواز ہی نہیں دی۔"

"میں نے اتنی آوازیں دیں۔"

"تم خود ہی چھپ گئی تھیں نا!"

"آپ مجھے ڈھونڈ لیتے نا!"

"آج ڈھونڈ لیا ہے نا!"

"بہت دیر لگادی واپسی میں۔ پورے نو سال فیصل' نو سال کا انتظار تم نے میرے نصیب میں لکھا۔ مجھے میرا جرم تو بتاتے۔ تم نے تو مجھے اپنی زندگی سے ہی نکال دیا۔ اس طرح جیسے میں کبھی تھی ہی نہیں۔"

"سب کچھ بتاؤں گا میں' تم جلدی سے تیار ہوجاؤ' صرف پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس۔" اس نے بڑی تیزی سے فیصلہ کیا تھا۔ پروا اس کی محبوب بیوی تھی۔ وہ اسے دوبارہ کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی ناپسندی نے پہلے ہی اسے بہت دکھ دیے تھے۔

✿ ✿ ✿

فیصل اور وہ مرکزی گیٹ سے اکٹھے اندر داخل ہوئے تھے۔ سلونی اور دلنشیں بھی موسم کا مزہ لے رہی تھیں۔ یہ منظر ہی حیران کردینے والا تھا۔ پانچ منٹ سے بھی کم میں گھر کے سب افراد سوائے لائبہ کے جمع ہوکر پروا کو گھیرے میں لے چکے تھے۔ کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ پروا نیلم کے گلے سے لگی رو رہی تھی۔ نیلم کی بھی یہی حالت تھی۔ صفورا بیگم نے کتنی ہی دعائیں اسے دے ڈالی تھیں۔ بے غرض اور بے لوث۔ حنان کو سب سے آخر میں پتا چلا تھا۔ وہ مٹھائی لے کر گھر آیا تھا۔ راحیہ ابھی تک اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔ پروا کے لبوں پہ بہت سے سوال تھے۔

✿ ✿ ✿

ایمان شور سے جاگ گئی تھی۔ اس کی نیند ایسی ہی تھی۔ لائبہ نے اٹھ کر اس کا منہ ہاتھ دھلوایا اور باہر آگئی۔ گھر والے سارے ہال میں جمع تھے۔ لگتا تھا کوئی مہمان آیا ہے۔ وہ ایمان کی انگلی پکڑے ہال میں آگئی۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی خاموشی چھاگئی' جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔ لائبہ پروا کو دیکھ کر ٹھٹک سی گئی تھی۔ یہ صورت اس کے لیے جانی پہچانی تھی۔ پروا کو

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹی وی پہ دیکھ چکی تھی۔ اس کی کتاب کے بیک ٹائٹل پہ اس کی تصویر بھی وہ دیکھ چکی تھی۔ فیصل کے پاس اس کی کتابیں موجود تھیں۔ وہ خود فیصل کے دل میں تھی۔ تو وہ اس وقت اسے کیسے نہ پہچان پاتی۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے جانچ لیا تھا کہ یہ وہی ہے جس کی تلاش میں فیصل اس سے صدیوں کے فاصلے پہ ہے۔

ایمان اس سے ہاتھ چھڑا کر ایک دم فیصل کی طرف بھاگی۔

"پاپا! یہ کون ہیں اور دادو کیوں رو رہی ہیں؟" وہ فیصل کی گود میں بیٹھ گئی۔ تب پروا بے ساختہ چونکی۔

"پاپا بولیں نا یہ کون ہیں؟" خاموش بیٹھے فیصل سے اس نے دوبارہ سوال کیا۔ لائبہ دروازے میں کھڑی دیکھ رہی تھی۔ پروا کی نظر ابھی تک اس پہ نہیں پڑی تھی۔ سب کے سب سانس روکے فیصل اور ایمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تب لائبہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر آئی۔

"السلام علیکم۔" اس نے بڑی اونچی آواز میں سلام کیا۔ وہ پروا کے سامنے کھڑی تھی۔ فیصل نے ایمان کو گود سے اتار دیا تھا۔

"یہ وہی شہزادی ہیں، جو بہت پہلے گم ہوگئی تھیں، میری غلطی کے سبب۔ میں اب ڈھونڈ کر لے آیا ہوں۔" فیصل کی نگاہ پروا پہ جمی تھی، جو بڑی حیرانی سے ایمان کو دیکھ رہی تھی۔ کتنے سارے سوال تھے اس کی نگاہوں میں۔ فیصل کو اپنا آپ پل صراط پہ محسوس ہوا۔

"پروا! یہ میری بچی ایمان اور یہ لائبہ ہے۔" اس نے تعارف کا ناگوار فریضہ خود ہی انجام دیا۔ وہ دھیرے سے پیچھے ہوئی اور پھر وہیں سے قدم تیز تیز گھسیٹتی باہر نکل گئی۔ وہ اس کے پیچھے لپکا۔

"پروا! پلیز رک جاؤ۔ اب مجھے چھوڑ کر نہ جانا، میں پہلے کی طرح اکیلا نہیں ہونا چاہتا۔" اس نے پروا کے دونوں بازو پکڑ لیے۔ اس نے آہستگی سے اپنے بازو چھڑائے اور بھیگی پلکوں سے اسے دیکھا۔ یوں کہ جیسے اسے اپنی پلکوں میں ہمیشہ کے لیے قید کر لینا چاہتی ہو۔ پھر لبوں سے گویا سرسراتی سی آواز نکلی تھی۔

"بس فیصل! یہیں رک جاؤ۔ تمہاری زندگی میں میری کوئی گنجائش نہیں۔ اب بھی میرے پیچھے نہ آنا۔ تم جانتے ہو میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گی۔" وہ نڈھال قدموں سے چلتی دروازہ عبور کر گئی۔

✿ ✿ ✿

اور اپنے گھر کی گنجی سیڑھیوں پر بیٹھی وہ گویا اپنا احتساب کر رہی تھی۔

"میں شہرت کی چمک دمک میں کھو کر پہلے ہی اپنا بہت نقصان کر چکی ہوں۔ اور شاید تمہارے بے پناہ پیار نے ہی مجھے بے جا اعتماد دیا کہ چاہے کچھ ہو جائے تم میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اپنی بے جا انا اور نام کمانے کے چکر میں، میں نے تمہیں کھویا۔ اپنی زندگی کھو دی۔ اور اب میں یہ بھی دکھ تمہاری بیوی کو دوں؟ اس کا کیا قصور ہے؟ اور تمہاری بچی! ایک بنا ہوا مو انصاف کیسے کہلائے گا؟ نہیں۔ میں ایک اور گھر اجڑنے نہیں دوں گی۔ میری بے لگام خواہش اور انا کی سزا مجھے ہی ملنی چاہیے۔ اس میں ان کا حصہ کیوں ہو؟ ایک اور غلطی۔ نہیں، ہرگز نہیں۔" آنسو اس کا چہرہ بھگوتے رہے۔ پھر جیسے تھک کر دیوار سے سر ٹکا دیا۔

شہر آزاد کو کھلتی ہوئی کھڑکی کی گھٹن
آنکھوں کو بھگوتی ہوئی آوارہ ہوا
دوش دیوار پہ بے زار گھڑی کی ٹک ٹک
میرے انجام پہ روتا ہوا سانسوں کا ستار
نیلی الماری میں بکھرے ہوئے چاہت کے نقوش
رقص کرتی تنہائی کے چاہے سائے
اور میں ہوں اکیلا بہت
ان سایوں کے درمیان

www.paksociety.com